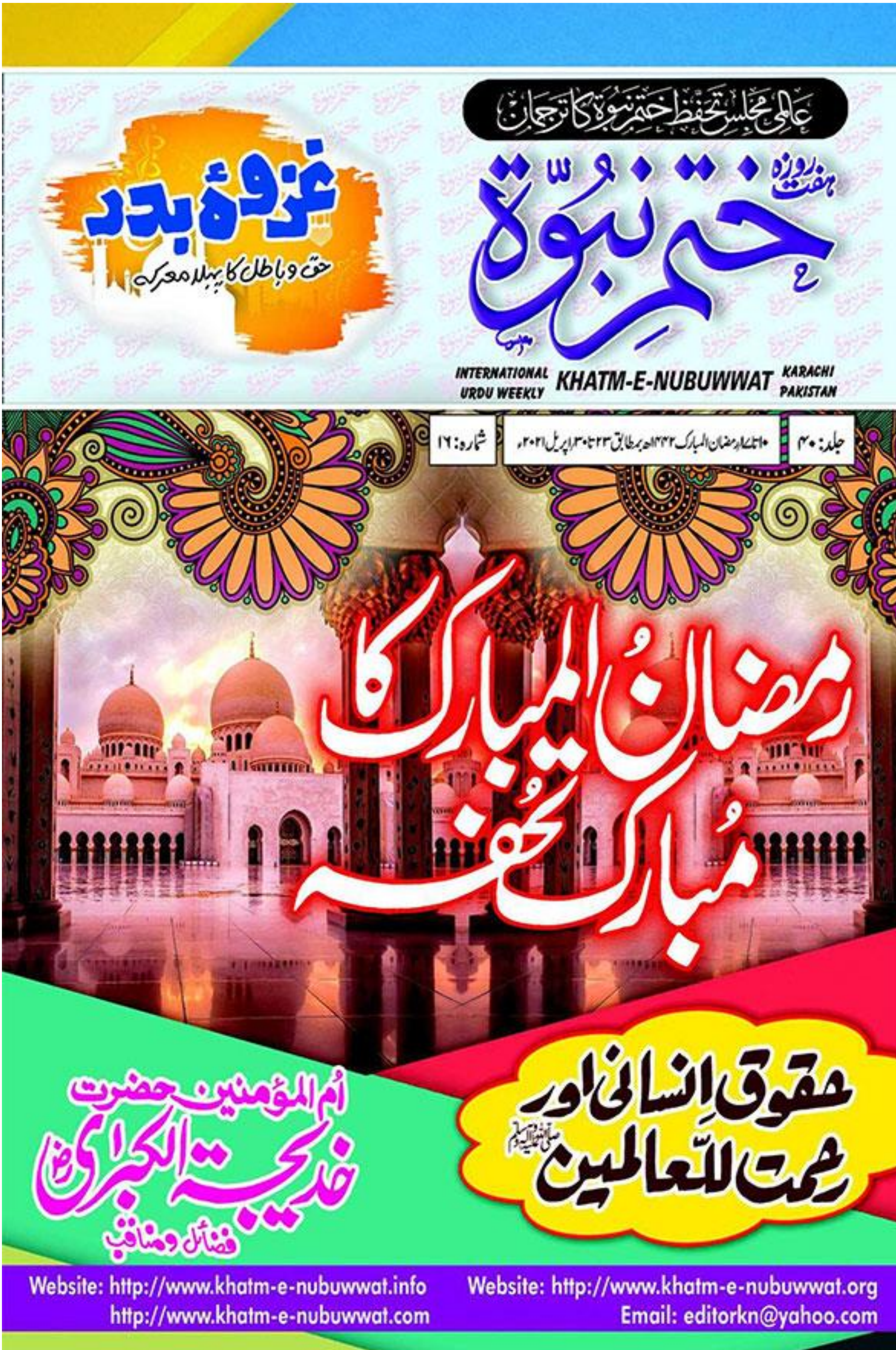
عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان
ہفت روزہ
ختم نبوۃ
INTERNATIONAL URDU WEEKLY
KHATM-E-NUBUWWAT
KARACHI PAKISTAN
غزوۂ بدر
حق و باطل کا پہلا معرکہ
جلد: ۴۰
۱۰تا۱۷ رمضان المبارک ۱۴۴۲ھ بمطابق ۲۳تا۳۰ اپریل ۲۰۲۱ء
شمارہ: ۱۶
رمضان المبارک کا مبارک تحفہ
حقوق انسانی اور رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم
ام المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا
فضائل و مناقب
Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.org
Email: editorkn@yahoo.com
Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.info
http://www.khatm-e-nubuwwat.com

ہبہ کے ضروری مسائل

س:...... میں ناتھ ناظم آباد بلاک آئی میں ۲۰۰ گز کے مکان میں رہتی ہوں، یہ مکان میرے شوہر نے ۲۰۱۳ء میں میرے نام خریدا تھا، ان کا انتقال ۲۰۱۹ء میں ہوگیا ہے۔ میری ماشاء اللہ! چار بیٹیاں ہیں جو شادی شدہ ہیں۔ اس گھر کو میں نے ان چاروں میں زبانی طور پر تقسیم کردیا ہے کہ اوپر کا گھر دو کا ہے اور نیچے کا گھر دو بیٹیوں کا ہے۔ ابھی اس گھر میں، میں رہتی ہوں اور میری ایک بیٹی داماد اوپر کے گھر میں کرایہ دے کر رہتے ہیں۔ برائے مہربانی میرے مرنے کے بعد اس گھر کی تقسیم بتادیجئے۔

ج:...... واضح رہے کہ زندگی میں مکان یا جائیداد کی تقسیم کرنا ورثہ نہیں ہوتا بلکہ یہ ہبہ یعنی گفٹ ہوتا ہے، اس لئے اس تقسیم پر ہبہ کے احکامات لاگو ہوتے ہیں اور وہ یہ ہیں کہ ہبہ کرنے میں تمام اولاد کو برابر برابر دیا جائے، خواہ وہ لڑکے ہوں یا لڑکیاں ہوں جبکہ ورثہ میں لڑکے کو لڑکی کی نسبت دگنا ملتا ہے۔ اسی طرح اگر وہ شے قابل تقسیم ہو تو اسے تقسیم کرکے ہر ایک کو اس کا حصہ متعین طور پر دینا ضروری ہے اور اس کے حوالہ کرکے اس پر قبضہ دینا بھی ضروری ہے، کیونکہ ہبہ قبضہ کرلینے سے ہی مکمل ہوتا ہے۔ اگر زبانی ہبہ کردینے کے بعد عملی طور پر اس شے کا قبضہ نہیں دیا تو یہ ہبہ کالعدم ہے، ایسے ہبہ کی شرعاً کوئی حیثیت نہیں ہوگی اور پھر یہ مکان یا جائیداد ورثہ میں تقسیم ہوگا اور ہر وارث کو اس کے شرعی حصہ کے مطابق ملے گا۔ لہٰذا آپ کا صرف زبانی طور پر مکان تقسیم کردینا کافی نہیں ہے بلکہ ضروری ہے کہ مکان چاروں بیٹیوں میں برابر برابر تقسیم کرکے ہر ایک کو اس کا حصہ الگ الگ کرکے دے دیں اور اس پر قبضہ بھی دے دیں، اگر ہر ایک اپنے حصہ پر قبضہ کرلیتی ہے تو یہ ہبہ مکمل ہوجائے گا اور ہر ایک اپنے حصہ کی مالک بن جائے گی۔ ایک پورشن کو دو حصوں میں تقسیم کرنے کے لئے درمیان میں فرضی لکیر کھینچ کر دو پارٹیشن کئے جاسکتے ہیں، جس سے ہر ایک کا حصہ متعین ہوجائے گا۔

زکوٰۃ مستحق شخص کو دینی چاہئے

س:...... کیا زکوٰۃ کی رقم پیشہ ور بھکاریوں کو دے سکتے ہیں؟

ج:...... زکوٰۃ کی رقم تحقیق کرکے کسی مستحق شخص کو دینی چاہئے جو کہ اپنی ضروریات کے لئے لوگوں کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلاتے، ایسے لوگ زکوٰۃ کا صحیح مصرف ہیں، پیشہ ور بھکاریوں کو زکوٰۃ دینے میں احتیاط کرنی چاہئے ہوسکتا ہے وہ مستحق نہ ہوں۔ اگر ضرورت مند معلوم ہوتا ہو تو نفلی صدقہ خیرات دے سکتے ہیں۔

س:...... کیا زکوٰۃ کی رقم کسی بھی تنظیم یا ادارے کو یا کسی ٹرسٹ کو دے سکتے ہیں؟

ج:...... اگر آپ کو اعتماد ہے کہ یہ ادارہ یا ٹرسٹ زکوٰۃ کو اس کے صحیح مصرف میں شرعی طریقے کے مطابق استعمال کرتے ہیں تو کوئی حرج نہیں ہے، لیکن اگر وہ شرعی اصول وضوابط کا کوئی خیال نہیں رکھتے اور زکوٰۃ کی رقم کو صحیح مصرف اور مستحق تک نہیں پہنچاتے تو آپ کی زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی اور آپ کے ذمہ زکوٰۃ باقی رہے گی۔ اس لئے ایسے بااعتماد ادارے یا ٹرسٹ کو اپنی زکوٰۃ دیں جو شرعی اصول وضوابط کی پابندی کرتے ہوں۔

ہفت روزہ ختمِ نبوۃ
کراچی

مجلسِ ادارت

مولانا سید سلیمان یوسف بنوری، صاحبزادہ مولانا عزیز احمد،
علامہ احمد میاں حمادی، مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی،
مولانا قاضی احسان احمد

جلد: ۴۰ ۱۰ تا ۱۷ ر رمضان المبارک ۱۴۴۲ھ مطابق ۲۳ تا ۳۰ ر اپریل ۲۰۲۱ء شمارہ: ۱۶

سرپرست
حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر مدظلہ
حضرت مولانا حافظ ناصر الدین خاکوانی مدظلہ

مدیر اعلیٰ
مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ
مولانا محمد اکرم طوفانی

مدیر
مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

معاون مدیر
عبداللطیف طاہر

قانونی مشیر
حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ
منظور احمد میؤ ایڈووکیٹ

سرکولیشن منیجر
محمد انور رانا

تزئین و آرائش:
محمد ارشد خرم، محمد فیصل عرفان خان

اس شمارے میں!

سچی توبہ اور رجوع الی اللہ کی ضرورت	۴	محمد اعجاز مصطفیٰ
رمضان المبارک کا مبارک تحفہ	۶	مولانا ابوالحسن علی ندویؒ
حقوقِ انسانی اور رحمۃ للعالمین ﷺ	۹	مولانا سید محمد واضح رشید حسنی
غزوۂ بدر..... حق و باطل کا پہلا معرکہ	۱۳	مولانا محمد امین
ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ	۱۵	حافظ محمد زاہد
الاربعین فی خاتم النبیین ﷺ (۶)	۱۹	مولانا غلام رسول دین پوری
..... سیرتِ پاک کے چند روشن ابواب (۱۳)	۲۱	حافظ محمود راجا، سجاول
مولانا شجاع آبادی کے دعوتی و تبلیغی اسفار	۲۴	ادارہ

زرِ تعاون

امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا: ۱۰۰ ڈالر، یورپ، افریقہ: ۸۰ ڈالر، سعودی عرب،
متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرقِ وسطی، ایشیائی ممالک: ۷۰ ڈالر
فی شمارہ ۱۵ روپے، ششماہی: ۳۵۰ روپے، سالانہ: ۷۰۰ روپے

WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT, A/c# 0010010964680019
(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. PK68ABPA0010010964680019
AALMIMAJLISTAHAFFUZKHATM-E-NUBUWWAT 0010010964710018
(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. PK45ABPA0010010964710018
Allied Bank Binori Town Branch Code: 0159 Karachi.

بیاد

امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ
مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ
محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ
خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ
فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ
مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ
مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ
ترجمان ختم نبوت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ
شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ
حضرت مولانا سید انور حسین نفیس الحسینیؒ
شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ
شہید ختم نبوت حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خانؒ
شہید ناموس رسالت مولانا سعید احمد جلال پوریؒ

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
ایم اے جناح روڈ کراچی، فون: ۳۲۷۸۰۳۳۷، فیکس: ۳۲۷۸۰۳۴۰
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)
Old Numaish M.A.Jinnah Road Karachi
Ph:32780337, Fax:32780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان
فون: ۰۶۱-۴۷۸۳۴۸۶
Hazori Bagh Road Multan
Ph:061-4783486

لندن آفس:
35,Stockwell Green
London, SW9 9HZ U.K
Ph:0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمٰن جالندھری مطبع: القادر پرنٹنگ پریس طابع: سید شاہد حسین مقامِ اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

محمد اعجاز مصطفیٰ

اداریہ

سچی توبہ اور رجوع الی اللہ کی ضرورت

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ و سلام علٰی عبادہ الذین اصطفٰی

رمضان کا مبارک مہینہ اپنی رحمتوں اور برکتوں کے ساتھ ہم پر سایہ فگن ہے۔اللہ تعالیٰ نے پورے سال میں یہ ایسا ایک مہینہ ہم سب کو نصیب فرمایا ہے، جو ہماری مغفرت کا سامان لئے ہوئے آتا ہے اور اس کا ایک ایک لمحہ ہم سے مخاطب ہو کر کہتا ہے: ”اے خیر اور بھلائی تلاش کرنے والو! آگے بڑھو، اور شر اور بُرائی کے طلب گارو! باز آ جاؤ۔“ چنانچہ ہر مسلمان اپنی ایمانی استعداد و روحانی صلاحیت کے بل بوتے اس مہینہ سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتا ہے۔رمضان اہلِ ایمان کے لئے موسم بہار کی طرح آتا ہے، پس جو نیک روحیں اس بہار کے مزے لوٹ لیتی ہیں وہ جنت کی ابدی بہاروں کی مستحق بن جاتی ہیں اور جو بدبخت ان رحمتوں اور برکتوں کی قدر نہیں کرتے، ان کا انجام کار خزاں کے موسم جیسا ہو جاتا ہے۔

رمضان کے مہینہ میں روزہ، تراویح وغیرہ عبادات کے ساتھ ساتھ دعا کی بھی بڑی اہمیت ہے۔”دعا“ اللہ تعالیٰ سے مانگنے کا نام ہے۔یہ اللہ تعالیٰ سے راز و نیاز کا ذریعہ ہے۔بدقسمتی سے ہم دیگر عبادات پر جتنا زور دیتے ہیں، اتنا ہی ”دعا“ سے اغماض برتتے ہیں، خصوصاً قبولیت دعا کے اوقات جن میں پنج وقتہ نمازوں کے بعد کا وقت خصوصی اہمیت کا حامل ہے، ہم دعا مانگنے کی بجائے، دعائیں پڑھنے میں وقت صرف کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ دعا مانگنے سے خوش ہوتے ہیں اور نہ مانگنے سے ناراض، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِيْ أَسْتَجِبْ لَكُمْ إِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِيْنَ۔“

(المومن:۶۰)

ترجمہ: ”اور کہتا ہے تمہارا رب مجھ کو پکارو کہ پہنچوں تمہاری پکار کو، بے شک جو لوگ تکبر کرتے ہیں میری بندگی سے اب داخل ہوں گے دوزخ میں ذلیل ہو کر۔“ (ترجمہ حضرت شیخ الہندؒ)

فوائد میں حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

”بندگی کی شرط ہے اپنے رب سے مانگنا۔نہ مانگنا غرور ہے۔اور اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ بندوں کی پکار کو پہنچتا ہے۔یہ بات تو بے شک برحق ہے، مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہر بندے کی ہر دعا قبول کیا کرے، یعنی جو مانگے وہی چیز دے دے۔نہیں، اس کی اجابت کے بہت سے رنگ ہیں جو احادیث میں بیان کر دیئے گئے ہیں۔کوئی چیز دینا اس کی مشیت پر موقوف اور حکمت کے تابع ہے۔اللہ تعالیٰ نے دوسرے موقع پر ارشاد فرمایا: ”فیکشف ماتدعون الیہ ان شاء “(الانعام:۴۱) (پھر دور کر دیتا ہے اس مصیبت کو جس کے لئے اس کو پکارتے ہو اگر چاہتا ہے)۔بہرحال! بندہ کا کام ہے مانگنا اور یہ مانگنا خود ایک عبادت بلکہ مغز عبادت ہے۔“ (فوائد عثمانی، سورۃ المومن، آیت:۶۰) مغز کی انسانی بدن میں کیا اہمیت ہے، یہ واضح کرنے کی ضرورت نہیں۔دعا کو عبادت کا مغز قرار دینا ہی اس کی اہمیت واضح کر دیتا ہے۔حدیث نبوی ہے: ”الدعاء مخ العبادة“ (ترمذی،

ابواب الدعوات، رقم الحدیث:۳۳۷۱) یعنی دعا عبادت کا مغز اور خلاصہ ہے۔ رمضان میں اور روزہ رکھ کر دعا مانگنا اللہ تعالیٰ کی رحمت کو اپنی طرف مزید توجہ کردیتا ہے۔

قرآن کریم کی سورۃ البقرہ کے تیئسویں رکوع میں جہاں روزہ کی فرضیت، رمضان میں قرآن کریم کا نزول، فدیہ کا بیان، روزہ کے وقت کی تحدید اور دیگر مسائل روزہ کا ضروری ذکر آیا ہے، وہیں درمیان کلام میں دعا کا مضمون بھی وارد ہوا ہے:

’’وَإِذَا سَأَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَإِنِّیْ قَرِیْبٌ أُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِیْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ‘‘ (البقرہ:۱۸۶)

ترجمہ: ’’اور جب تجھ سے پوچھیں میرے بندے مجھ کو سو میں قریب ہوں قبول کرتا ہوں دعا مانگنے والے کی دعا کو جب مجھ سے دعا مانگے تو چاہئے کہ وہ حکم مانیں میرا اور یقین لائیں مجھ پر تاکہ نیک راہ پر آئیں۔‘‘ (ترجمہ حضرت شیخ الہندؒ)

اس سے بھی دعا کی اہمیت کا اندازہ ہوجانا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے روزہ کی فرضیت اور نزول قرآن کے عظیم الشان تذکرہ کے موقع پر بھی امت کو دعا کا حکم دیا، گویا یہ باور کرادیا کہ ان مواقع پر مجھ سے آہ وزاری کرنا نہ بھولنا چاہئے۔

آج دنیائے انسانیت خصوصاً امت مسلمہ جن حالات سے گزر رہی ہے، جن مصائب وآلام سے دوچار ہے، خصوصاً کورونا کی شکل میں جو وبا پورے عالم کو اپنی لپیٹ میں لئے ہوئے ہے، اس کے ساتھ ساتھ اسلامیانِ پاکستان مختلف ایمان کش فتنوں سے نبرد آزما ہیں، جان ومال کو خطرات لاحق ہیں، عزت آبرو محفوظ نہیں ہے، مہنگائی کے طوفان اور بھوک وافلاس کے ہاتھوں سب پریشان ہیں اور کچھ بھائی نہیں دیتا کہ کیا کریں، ایسے وقت میں سب سے زیادہ ضرورت رجوع الی اللہ کی ہے۔ رمضان میں تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں کے لئے خاص منادی ہوتی ہے، وہ رب تو اپنی رحمتوں کے پر پھیلائے بندوں کو اپنی مغفرت کی آغوش میں لینے کو تیار ہے، اس کی جانب سے بار بار بھولی بھٹکی انسانیت کو اس کی طرف لوٹ آنے کی مہلت دی جاتی ہے: ’’یاایہاالذین آمنوا توبوا الی اللّٰہ توبۃ نصوحاً‘‘ ترجمہ: ’’اے ایمان والو! توبہ کرو اللہ کی طرف صاف دل کی توبہ۔‘‘

صاف دل کی توبہ کیا ہے؟ یہ کہ گناہ سے ایسی توبہ کرے کہ دوبارہ اس گناہ کا خیال تک نہ آئے۔ اگر توبہ کے باوجود گناہ کے سیاہ بادل دل کی دنیا پر چھائے ہوئے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ دل کی زمین میں گناہ کی جڑ ابھی تک پیوست ہے۔ اسے نکال باہر پھینکنے کی ضرورت ہے۔ اگر ہم اس رحمتوں، برکتوں، مغفرتوں کے مہینے میں آہِ سحرگاہی اور نالۂ نیم شبی کے ذریعہ سچی پکی توبہ کرلیں تو ان تمام مشکل حالات سے باہر نکل سکتے ہیں، جس کے گرداب میں آج پھنسے ہوئے ہیں۔ ہمیں سوچنا چاہئے کہ کیا اب بھی وقت نہیں آیا کہ ہم اللہ کی طرف رجوع کریں اور اپنی بگڑی سنوار سکیں؟ اگر اب بھی وہ وقت نہیں آیا تو آخر کب آئے گا؟

’’أَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِيْنَ آمَنُوْا أَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ....‘‘ (الحدید:۱۶)

ترجمہ: ’’کیا وقت نہیں آیا ایمان والوں کو کہ گڑگڑائیں ان کے دل اللہ کی یاد سے اور جو اترا ہے سچا دین۔‘‘ (ترجمہ حضرت شیخ الہندؒ)

یہ ہدایت بصورت استفہام ہے اور سوالیہ انداز اس لئے اپنایا گیا ہے تاکہ مخاطب پوری توجہ کے ساتھ اسے سنے اور سمجھ لے کہ اب وقت آگیا ہے کہ اہل ایمان کے دل اللہ کی یاد اور قرآن کریم اور اللہ کے سچے دین کے سامنے جھک جائیں اور نرم ہوکر گڑگڑانے لگیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اجتماعی توبہ کرنے اور رجوع الی اللہ کی توفیق نصیب فرمائیں، آمین!

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ اجمعین

رمضان المبارک کا مبارک تحفہ

حضرت مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ

رمضان کا مطالبہ:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

”یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ“ (البقرہ:۱۸۳)

ترجمہ: ”اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کئے گئے جیسے کہ تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تا کہ تم تقویٰ اختیار کرو۔“

یہ رمضان المبارک چونکہ ہر سال آتا ہے اور جن کو اللہ تعالیٰ نے زندگی عطا فرمائی ہے، ان کے لئے ایک امتحان بھی ہے، امتحان یہ کہ جو چیز بار بار آتی ہے، جس میں ذوقی، جسمانی اور لذتی باتیں شامل ہوتی ہیں، اس میں آدمی کے اندر اخلاص پیدا ہونا اور صرف رضائے الٰہی کا طالب ہونا ایک امتحان بن جاتا ہے، بہت سے لوگ عادتاً کرتے ہیں تو ان کے اندر عظمت و وقعت پیدا نہیں ہو پاتی اور جو اللہ تعالیٰ کے وعدے ہیں، ان پر یقین نہیں جم پاتا ہے، اس لئے کہ بہت سی چیزیں طبعی وفطری ہوتی ہیں، حدیث میں آتا ہے:

”مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِیْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَلَہٗ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ۔“

(رواہ البخاری، حدیث:۳۸)

یہ بڑے سوچنے کی بات ہے اور یہاں سے آپ یہ سیکھ کر جائیے اور پورے رمضان بھر اس کو ذہن میں محفوظ کیجئے، یہ اللہ کا رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ہی فرما سکتا تھا، دنیا کا بڑے سے بڑا مبصر اور ماہر نفسیات، بڑے سے بڑا نبض شناس اور حکیم بھی یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ جس نے رمضان کے روزے رکھے، اللہ پر یقین کرتے ہوئے اور اس کے اجر و ثواب کی امید میں، تو اس کے سب گناہ معاف ہو جائیں گے، یہ سوچنے کی بات ہے کہ آدمی پوچھ سکتا ہے کہ آدمی روزہ اور کس کے لئے رکھے گا؟ وہ کھانا چھوڑ دیتا ہے، گرمی میں پانی پینا چھوڑ دیتا ہے اور بہت بڑا خطرہ مول لے لیتا ہے اور سخت مشقت کی زندگی گزارتا ہے تو اجر وثواب ہی کی نیت سے تو کرتا ہے، لیکن جو لوگ انسانی نفسیات اور سائیکالوجی (Psychology) اور انسانی کمزوری سے واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ جب کوئی کمزوری عمومی طور پر رائج ہوتی ہے تو وہ بے شعوری اور غفلت سے ہوتی ہے۔

رمضان ایک موسم ہے:

ہر چیز کا ایک موسم ہوتا ہے، گرمی کا موسم، سردی کا موسم، بارش کا موسم، ایسے ہی رمضان کا موسم بھی ہوتا ہے، اس موسم کا تقاضا یہ ہے کہ روزے رکھے جائیں اور عبادات و طاعات میں اور اضافہ کیا جائے۔ اس موسم سے سبھی متاثر ہوتے ہیں، لیکن انہیں اس کا دھیان نہیں رہ پاتا کہ وہ یہ عمل کیوں اور کس کے لئے کر رہے ہیں؟ بہت سے لوگ تو نیت ہی نہیں کرتے کہ وہ روزہ کیوں رکھ رہے ہیں؟ اللہ کی خوشنودی کے لئے کھانا پینا چھوڑ رہے ہیں، صرف اللہ کی رضا چاہتے اور اس کی کچھ پروا نہیں ہے کہ لوگ کیا کہیں گے، روزہ رکھنے پر لوگ تعریف کریں گے اور نہ رکھنے پر لوگ برائی کریں گے اور تنقید کریں گے، بہت سے لوگ اس کا خیال نہیں کرتے۔

تو ضروری چیز اس میں یہ ہے کہ نیت کا استحضار رہے، آدمی اپنے کو ٹٹولے، محاسبہ کرے ادھر ذہن ہی نہیں جاتا، دھیان ہی نہیں جاتا کہ روزہ کیوں رکھ رہے ہیں؟ کھانا پینا کیوں چھوڑ رہے ہیں؟ جب کہ اللہ نے ہم کو سب کچھ دیا ہے۔ روزے کے سلسلے میں جو فضائل وارد ہوئے ہیں اور جو بشارتیں ارشاد فرمائی گئی ہیں اور اس سلسلہ میں جو وعدے مذکور ہیں ایک تو یہی ہے جو اسی آیت کے آخر میں فرمایا: ”لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ“ باقی معیشت میں برکت حاصل ہوتی ہے، قلب منور ہوتا ہے، گناہوں سے بچنا آسان ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے اور یہ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کا کتنا اہتمام فرماتے تھے، اس سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا ایک مظاہرہ ہوتا ہے کہ ہم کھا پی سکتے ہیں مگر محض اللہ کی خوشنودی کے لئے یہ سب چھوڑ رہے ہیں، ایک

ایک لمحہ کا ہم کو ثواب ملتا ہے، ہمارا بھوکا رہنا اللہ کو پیارا لگتا ہے، اللہ خوش ہوتا ہے کہ اس بندے نے ہمارے حکم کی تعمیل اور محض ہماری خوشی کے لئے تمام لذتیں ترک کردی ہیں اور محض میری خوشی کے لئے وہ بھوکا پیاسا ہے، اس سے اللہ تعالیٰ کو بڑی خوشی ہوتی ہے۔ مگر افسوس کہ اکثروں کا ادھر خیال جاتا ہی نہیں ہے کہ یہ جو روزہ رکھا ہے، اس کی کیا عظمت ہے؟ اللہ کا اس پر کیا انعام ہے؟ اللہ کو اس پر کتنا پیار آتا ہے، ادھر ذہن جاتا ہی نہیں ہے، اس میں نیت کو حاضر کرنے کی ضرورت ہے، اس لئے کہ ہر چیز تو اپنے وقت پر ہوتی رہتی ہے اور اپنے موقع پر انجام پاتی ہے، سب شریک ہوتے ہیں، یہ ضروری نہیں کہ آدمی کے ذہن میں اس کا اصل مقصد اور نیت بھی ہو، ایک ہوا چلتی ہے، ایک موسم ہوتا ہے جو اپنا اثر چھوڑتا ہے، سب اس سے متاثر ہوتے ہیں۔

ایک لطیفہ:

لطیفے کے طور پر عرض کرتا ہوں کہ لکھنؤ میں پہلی مرتبہ جب ریڈیو اسٹیشن قائم ہوا تو مجھ سے یہ فرمائش کی گئی کہ رمضان قریب آرہا ہے، رمضان کے لئے میں کوئی ٹاک (Talk) لکھ دوں اور وہ براڈ کاسٹ ہو، ٹاک ہم نے لکھ دی، لیکن اس کے بعد ہی فوراً ہمیں کوئٹہ کا ایک سفر درپیش ہوگیا اور آگے افغانستان کی سرحد کا ایک دینی و دعوتی ضرورت سے یہ سفر تھا تو جب رمضان کی شب آئی اور جس رات کو چاند ہوا تو ہمارے عزیز بھائی مولوی ابوبکر صاحب حسنی (جو اس وقت یہاں موجود بھی ہیں) انہوں نے وہ مضمون پڑھا، ہم چونکہ کوئٹہ میں تھے، وہاں ایک فوجی افسر مسلمان تھے، یہاں ہماری دعوت تھی، مولانا منظور صاحب نعمانیؒ بھی مدعو تھے اور یہ دعوت انہوں نے احتراماً اور تعلق کے اظہار کے لئے کی تھی، اس دعوت میں اور بھی فوجی افسران شامل ہوئے تو ایک فوجی افسر صاحب آئے اور کہنے لگے:

”مولانا! آپ کی تقریر لکھنؤ سے ہو رہی تھی، ہم نے بھی سنی بڑی اچھی باتیں آپ نے فرمائیں، لیکن مولانا صاحب! آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ جو مزہ روزہ میں آتا ہے وہ اور کسی چیز میں نہیں آتا، ہم تو روزہ رکھتے ہی اسی لئے ہیں کہ افطار میں بڑا مزہ آتا ہے۔“

تو آج جب نماز، روزہ میں ہمارا یہ حال ہوگیا ہے تو دوسرے امور میں کیسے دھیان رہے گا؟ میں آپ سے کہتا ہوں کہ دین کے سارے ہی اعمال اور امور طبعیہ شادی بیاہ، لین دین، کھانا اور کھلانا، کسی سے ملنے جانا، کسی کی مدد کرنا، کسی سے محبت کے ساتھ ملنا، ان سب میں نیت کی ضرورت ہے، نیت تازہ کرے تو وہ عمل عبادت بن جاتا ہے، ورنہ کچھ بھی نہیں جیسے سب غیر مسلم کررہے ہیں، اسی طرح ہم بھی کررہے ہیں، ہم یہ نہیں کہتے کہ مسلم اور غیر مسلم کے عمل میں بالکل فرق نہیں، لیکن ایسا ہوتا ہے کہ نہ وہ کوئی نیت کرتے ہیں اور نہ ہم کوئی نیت کرتے ہیں۔

اس وقت امت میں جو بیماری زیادہ پھیلی ہوئی ہے وہ بے نیتی ہے، آج بدنیتی کم ہے، بے نیتی زیادہ ہے اور یہ نتیجہ ہے بے شعوری اور غفلت کا۔

بڑے سے بڑے کام بے نیتی سے کرلیتے ہیں اور اب تو اس کا بھی تجربہ ہوا اور مشاہدہ بھی کہ حج بھی قربِ الٰہی کی نیت سے نہیں کرتے اور اس کی عظمت کی وجہ سے نہیں بلکہ اس میں بھی کچھ ملتا ملاتا ہے، شہرت ہوتی ہے کہ فلاں نے دسواں حج کیا، فلاں نے پندرھواں حج کیا، بعضوں کی زبان سے اس کا اظہار بھی ہوا تو حج میں بھی یہ بات پیدا ہوگئی ہے، یہ رمضان کے روزے ہیں، اس کے مقابلے میں جو اللہ کے مقبول بندے ہیں، ان کا حال یہ ہے کہ ان کا کوئی فعل نیت کے بغیر نہیں ہوتا۔

حضرت سیّد احمد شہیدؒ کا واقعہ:

آپ چونکہ یہاں بیٹھے ہوئے ہیں، اس کی مناسبت سے عرض کرتا ہوں، آپ نے نام سنا ہوگا حضرت سیّد احمد شہیدؒ کا وہ یہیں پیدا ہوئے، ان کے نام سے یہیں مدرسہ ہے اور بالاکوٹ میں وہ شہید ہوئے، انہوں نے ایک مرتبہ فرمایا: جب سے ہوش آیا اور شعور پیدا ہوا اس وقت سے اس وقت تک کوئی روزمرہ کا کام بھی رضائے الٰہی کے بغیر نہیں کیا، استنجا گیا ہوں تو اس میں رضائے الٰہی کی نیت کی کہ میں پاک ہوں، کسی سے ہنس کر بولا ہوں تو اسی نیت سے، کسی کو ہنسایا ہوں تو اسی نیت سے کھانا کھایا ہوں تو اسی نیت سے، انہوں نے اتنے وثوق سے فرمایا کہ شعور کے پیدا ہونے کے بعد سے اس وقت تک کوئی عمل رضائے الٰہی کے بغیر نہیں کیا۔

ہم اپنا جائزہ لیں:

اب ہم اپنے کو ٹٹولیں تو معلوم ہوتا ہے کہ کوئی عمل بھی ہم نے اللہ کی رضا کے لئے کیا ہو اور یہ کہ آخرت میں ہم کو اس کا ثواب ملے گا اور اللہ راضی ہوگا، عبادت کا یہ حال ہوگیا ہے کہ وہ عادات بن گئی ہیں، بے شعوری دل و دماغ اور اعصاب پر چھاگئی ہے، بھوک لگی کھانا کھالیا، کوئی آیا اس سے ہنس کر بول لیا، کھانا بھی کھلادیا لیکن اس پر جو اللہ کے یہاں اجر کا وعدہ ہے، اس کو ذہن میں نہیں رکھا، کوئی عمل جو اللہ کا پسندیدہ ہے، اس کا شعور نہیں کھانا کھلانے پر بھی اجر وثواب کی نیت

نہیں ہوتی، اس میں ریا اور شہرت طلبی ہوتی ہے اور ریا اور شہرت طلبی بہت بُری چیز ہے، ہم سب کو الزام نہیں دے سکتے، لیکن یہ بے شعوری کی بات ہے، بدشعوری کم، بے شعوری زیادہ ہے۔

ہر عمل شعور اور استحضارِ نیت کے ساتھ ہو:

تو یہ ہنسنا بولنا، کھانا پینا، کھلانا پلانا، آنا جانا، یہ سب شعور اور استحضارِ نیت سے کرنا چاہئے اور بہت سی چیزیں چھوڑ دینا، جو ہم کرسکتے ہیں مگر وہ دین کے خلاف ہیں، اس لئے اب نہیں کریں تو سب میں رضائے الٰہی کی نیت ہونی چاہئے، یہ ایک آسان کام بھی ہے اور وسیع کام بھی ہے اتنا وسیع کہ اس سے وسیع دوسرا کام مشکل سے ملے گا، کچھ کرنا نہیں، بس اللہ تعالیٰ راضی ہوجائے، ہم ان سے ہنس کر صرف اس لئے بول رہے ہیں کہ اللہ راضی ہوجائے، جب اس شعور کے ساتھ کام ہوتا ہے تو زندگی شریعت کے سانچے میں ڈھل جاتی ہے ورنہ نشیب وفراز کی زندگی رہتی ہے کہ نماز تو اللہ کے لئے پڑھیں اور ادھر کسی سے ملنے جلنے چلے گئے تو بس ایسے ہی چلے گئے، کسی سے تعلق محبت ہے تو ایسے ہی ہوگیا، جب یہ شعور ہوتا ہے تو پوری زندگی شریعت کے سانچے میں ڈھل جاتی ہے۔

رمضان کا خاص تحفہ اور پیغام:

بس یہاں سے آپ یہ چیز لے کر جائیں کہ جو کام کرنا ہے اللہ کی رضا کے لئے کرنا ہے، سب کام میں رضائے الٰہی کی نیت ہونی چاہئے، ہم تھکے ہیں، پریشان ہیں، اتنے میں مہمان آگئے، اب بشاشت سے ان سے ملنا ہے، موڈ نہیں ہورہا ہے، جی نہیں چاہ رہا ہے، لیکن ان کی خاطر تواضع کرنی ہے، اس لئے کہ اللہ کی رضا اس میں ہے، اس لئے کہ اللہ کو یہ عمل پسند ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ سنت ہے، جب یہ بات پیدا ہوجاتی ہے تو پوری زندگی پر نور کی چادر چھا جاتی ہے اور رحمتِ الٰہی کا سایہ ہوتا ہے اور اس کا اصل فائدہ قیامت میں معلوم ہوگا، جب اللہ کے سامنے جائیں گے، تب قدر آئے گی کہ یہ چھوٹا سا عمل آج کتنا بڑا بن کر سامنے ہے کہ فلاں کا کام کردیا تھا اور فلاں سے ہنس کر بولے تھے۔ یہ تحفہ ہے رمضان المبارک کا پہلا اور عظیم تحفہ ہے، بس یہ کہ آپ کی نیت رضائے الٰہی کی ہونی چاہئے۔

ایک دوسری حدیث میں:

”مَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ إِيْمَاناً وَّاحْتِسَاباً غُفِرَلَهُ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ“

(رواہ البخاری، حدیث:۲۰۱۴)

وارد ہوا ہے، یہ پیغمبر ہی کہہ سکتا ہے اور کس کے بس کی بات ہے؟ پیغمبر کو اللہ تعالیٰ نے یہ علم بخشا اور یہ اطلاع دی کہ کبھی دینی کام بھی آدمی اپنی خواہشات سے کرلیتے ہیں، اپنے بعض فوائد اور اغراض ومنافع سے کرلیتے ہیں، یہ اور کوئی نہیں سمجھ سکتا تھا، پیغمبر کو ہی اللہ تعالیٰ نے یہ بصیرت عطا فرمائی ہے اور ان کے ذریعہ سے اس حقیقت کو واضح کیا ہے، بس یہی اس رمضان المبارک کا تحفہ ہے، آپ کے لئے اور یہی اس مبارک مہینہ کا پیغام ہے، آپ کی زندگی کے لئے۔ ☆☆

زہد وتقویٰ کا عالمی موسم اور جشنِ عام

رمضان: عبادت، ذکر، تلاوت اور زہد وتقویٰ کا ایک ایسا عالمی موسم اور جشنِ عام کا زمانہ ہے جس میں مشرق ومغرب کے تمام مسلمان عالم وجاہل، امیر وفقیر، کم ہمت اور عالی حوصلہ ہر قسم اور ہر گروہ کے لوگ ایک دوسرے کے شریک ورفیق اور ہمدم وہمساز نظر آتے ہیں۔ یہ رمضان ایک ہی وقت میں ہر شہر، ہر گاؤں اور ہر دیہات میں ہوتا ہے، امیر کے محل اور غریب کی جھونپڑی دونوں میں اس کا جلوہ نظر آتا ہے، ہر وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے دو آنکھیں عطا کی ہیں، عالمِ اسلام کے وسیع وعریض رقبہ میں ہر جگہ اس کے جلال وجمال کا مشاہدہ خود کرسکتا ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پورے اسلامی معاشرہ پر نورانیت اور سکینت کا ایک وسیع شامیانہ سایہ فگن ہے، اگر ان روزہ داروں کی مردم شماری کی جائے جو روزہ محض ایک دینی فریضہ سمجھ کر اور اللہ تعالیٰ کے وعدہ اور آخرت کے بدلہ کی بنیاد پر رکھتے ہیں تو ہمیں نظر آئے گا کہ مادیت کے غلبہ اور دینی جذبہ کے ضعف وافسردگی کے باوجود ان کی تعداد لاکھوں سے کسی طرح کم نہیں ہے، یہ وہ لوگ ہیں جو شدید ترین گرمی اور پیاس کی تکلیف کے باوجود محض دینی احساس کی بنا پر خوش دلی سے روزہ رکھتے ہیں اور راتوں کو عبادت بھی کرتے ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ اہلِ ایمان کی نظر میں دینی منافع اور فوائد کی قیمت (جن کا علم ہم کو انبیاء کرام علیہم السلام کے ذریعہ حاصل ہوا) ان معاشی وطبی فوائد سے کہیں زیادہ ہے، جن کا علم اطباء، ڈاکٹروں اور اقتصادیات کے ماہرین سے ہمیں حاصل ہوتا ہے، روزہ کے متعلق ایسی ایسی بشارتیں اور وعدے ان کے علم میں ہوتے ہیں، جن کے سامنے روزہ کی معمولی تکلیفات اور وقتی بھوک پیاس بالکل ہیچ اور ناقابلِ ذکر ہے۔

(حضرت مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ)

حقوقِ انسانی اور رحمۃ للعالمین ﷺ

مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی

اسلام کی آمد سے پہلے انسان انفرادی، اجتماعی، سیاسی اور معاشی مفادات کی وجہ سے ظلم و ستم کا سامنا کر رہا تھا اور خاص طور سے رومی سلطنت اور کلیسا کے دورِ جبر و استبداد میں انسان مذہبی مفادات کا نشانہ بنا ہوا تھا اور زندگی کے ہر میدان میں وہ مصائب و مشکلات سے جوجھ رہا تھا، محض شبہ اور جھوٹی تہمت کی بنیاد پر سخت ترین سزاؤں کا سامنا کر رہا تھا بلکہ اسے رجوع یا توبہ کرنے کی بھی مہلت نہیں دی جاتی تھی، قرونِ وسطیٰ میں انسان سیاسی اور معاشی مظالم کا شکار تھا اور تاریخ اس پر شاہد ہے۔ مغربی سامراج کے عہد میں انسانیت قسم قسم کے مظالم اور انسانیت سوز فتنوں سے دوچار ہوئی ہے اور یورپ میں ایسے افکار و نظریات نے سر اٹھایا جو انسانی شرافت کے قائل نہیں تھے بلکہ ان کا مقصد صرف یہ تھا کہ طاقت و قوت اور غلبہ حاصل کیا جائے اور کمزوروں اور مظلوموں پر حکومت کی جائے۔

اس تناظر میں یہ اعلان اس لائق تھا کہ وہ قومیں بڑھ کر اس کا استقبال کریں جو جنگوں سے نڈھال تھیں اور خاص طور سے مسلمان جن کے ملکوں پر مغربی سامراج کی یورش جاری تھی اور ان کے عقیدہ دین اور تہذیب و تمدن پر حملے ہو رہے تھے۔ لیکن اس اعلان کے بعد کا زمانہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اعلان میں شامل تمام حقوق کی تنفیذ عمل میں نہیں آئی بلکہ یہ اعلان صدا بصحرا ثابت ہوا، خاص طور سے مسلمانوں کے حقوق کی علانیہ پامالی کی جاتی رہی۔

زندگی کے تمام پہلوؤں کی راہنمائی کے لئے اسلام میں موثر تعلیمات موجود ہیں، اگر کوئی مسلمان ان تعلیمات کی خلاف ورزی کرتا ہے تو اس کا عمل قابل قبول نہیں اور نہ اس کا عمل اسلامی کہلائے گا، قرآن نے اسلام کو ”دین کامل“ قرار دیا ہے جو زندگی کے تمام شعبوں کو محیط ہے اور اس کو انسانوں پر اللہ کا فضل و احسان اور نعمت قرار دیا ہے:

”اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ....“ (سورۃ مائدہ:۳)

چنانچہ اسلامی تعلیمات کی صحیح اور سچی تصویر قرآن کریم، حدیث و سیرت نبوی، حیات صحابہ، علماء ربانیین، صلحائے امت اور دینی تعلیمات پر عمل پیرا داعیانِ اسلام کی زندگیوں میں نظر آتی ہے، نہ کہ نام کے مسلمان کی زندگی میں، تاریخ اسلامی کے مختلف ادوار میں اس کی شاندار مثالیں موجود ہیں۔

انسانی حقوق حدیث نبوی کی روشنی میں:

احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں شرافت انسانی اور احترام انسانیت کی بھرپور تلقین ملتی ہے، انسانوں بلکہ جانوروں کے ساتھ بھی حسن سلوک کی تاکید کی گئی ہے، چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

”اللہ تعالیٰ کی مخلوق اللہ کے زیر پرورش ہے، اللہ کے نزدیک سب سے محبوب وہ ہے جو اس کے زیر پرورش مخلوق کے ساتھ حسن سلوک کرتا ہے۔“

(رواہ البیہقی، حلیۃ الاولیاء لابی نعیم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائے گا: اے ابن آدم! میں بیمار پڑا مگر تو نے میری عیادت نہیں کی؟ بندہ کہے گا: اے میرے رب! میں آپ کی عیادت کیسے کرتا؟ آپ تو رب العالمین تھے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میرا فلاں بندہ بیمار تھا، مگر تم نے اس کی عیادت نہیں کیا، کیا تجھے معلوم نہیں کہ اگر تم اس کی عیادت کرتے تو تم مجھے اس کے پاس پاتے؟ اے ابن آدم! میں نے تجھ سے کھانا مانگا تم نے مجھے نہیں کھلایا! بندہ کہے گا: اے میرے رب! میں آپ کو کیسے کھانا کھلاتا؟ آپ تو رب العالمین تھے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا تم نہیں جانتے کہ میرے فلاں بندے نے تم سے کھانا مانگا مگر تم نے اسے کھانا نہیں دیا، کیا تمہیں نہیں معلوم کہ اگر تم اسے کھلاتے تو تم مجھے اس کے پاس پالیتے، اے ابن آدم! میں نے تم سے پانی مانگا تو نے مجھے پانی نہیں پلایا؟ بندہ

کہے گا: اے میرے رب میں کیسے آپ کو پانی پلاتا، آپ تو رب العالمین ہیں؟ اللہ فرمائے گا: تم سے میرے فلاں بندے نے پانی مانگا مگر تم نے اسے نہیں دیا، اگر تم اسے پانی پلاتے تو تم مجھے اس کے قریب پاتے۔" (رواہ المسلم، کتاب البر والصلۃ والآداب، باب فضل عیادۃ المریض، حدیث:۲۵۶۹)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم لوگ ایک غزوہ میں تھے کہ ایک مہاجر نے ایک انصاری کو گھونسا مار دیا تو انصاری نے انصاریوں سے فریاد کی اور مہاجر نے مہاجرین کو پکارا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو سن لیا اور فرمایا: یہ کیا ہے؟ صحابہ کرامؓ نے کہا: ایک مہاجر نے ایک انصاری کو گھونسا مار دیا تو انصاری نے انصاریوں کو پکارا اور مہاجر نے مہاجرین سے فریاد کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو چھوڑ دو، یہ بدبودار اور گندی چیز ہے۔ (مسلم، حدیث:۶۷۴۸)

حجۃ الوداع کے موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "اے لوگو! تمہارا رب ایک اور تمہارا مورث اعلیٰ بھی ایک ہے، سب آدم کی اولاد ہیں اور آدم علیہ السلام مٹی سے بنے ہیں، اللہ کے نزدیک تم میں سب سے مکرم وہ شخص ہے جو تم میں سب سے زیادہ متقی ہے، کسی عربی کو کسی عجمی پر فضیلت صرف تقویٰ ہی کی بنیاد پر دی جاسکتی ہے۔" (مجمع الزوائد للبیہقی، ۲۶۶/۳، مسند امام احمد:۴۱۱/۵، کنزالاعمال)

ایک اور حدیث میں وارد ہوا ہے کہ: "اللہ تعالیٰ نے تم سے جاہلیت کی عصبیت اور آباء پر فخر کرنے کو ختم کر دیا ہے، انسان یا تو مومن متقی ہے یا فاجر بدبخت، سب آدم کی اولاد ہیں اور آدم علیہ السلام مٹی سے بنے ہیں، کسی عربی کو کسی عجمی پر کوئی فضیلت نہیں ہے، مگر تقویٰ کی بنیاد پر۔" (رواہ الترمذی، ابوداؤد، امام احمد)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی کو جہاد کے لئے روانہ کرتے تو اسے وصیت کرتے کہ: "اللہ کا نام لے کر اور اس کے رسول کی برکت پر نکلو، دیکھو کسی بوڑھے، بچے اور عورت کو قتل نہ کرنا، نہ خیانت کرنا اور نہ مال غنیمت میں چوری، اصلاح اور احسان کرنا اور لوگوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا، اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔" (رواہ ابوداؤد، الفتح الکبیر:۲۸۲/۱)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: "جس نے کسی معاہد یا ذمی کو قتل کیا، اسے جنت کی خوشبو نصیب نہیں ہوگی، حالانکہ اس کی خوشبو چالیس سال کی مسافت سے ہی آنے لگتی ہے۔" (رواہ البخاری، کتاب الجزیۃ، حاشیہ سندھی:۲۰۲/۲، فتح الباری: ۲۶۶/۱۲ و ترمذی، حدیث:۱۴۰۳)

ایک حدیث شریف میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بندہ اس وقت تک دین کی حفاظت اور نگہبانی میں رہتا ہے جب تک کسی ناحق خون کا مرتکب نہ ہو۔" (صحیح الجامع الصغیر وزیاداتہ، البانی:۳۲۷۵)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جس نے کسی معاہد کو قتل کیا وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں پائے گا اور جنت کی خوشبو چالیس سال کی مسافت سے پہلے ہی آنے لگتی ہے۔" (رواہ البخاری)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "سنو! جس نے کسی معاہد پر ظلم کیا یا اس کا حق مارا یا اس کی طاقت سے زیادہ کا اس کو مکلف بنایا یا اس کی کوئی چیز اس کی رضامندی کے بغیر لے لی تو میں قیامت کے دن اس کے آڑے آجاؤں گا۔" (رواہ ابوداؤد)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "ظلم سے بچو، اس لئے کہ ظلم قیامت کے دن تاریکیوں کا باعث ہوگا اور بخل سے بھی بچو، اس لئے کہ بخل نے تم سے پہلے لوگوں کو تباہ و برباد کر دیا، اس طرح کہ بخل نے ان کو خون ریزیاں کرنے پر آمادہ کیا اور محرمات کو حلال بنانے پر اکسایا۔" (رواہ مسلم:۶۷۴۱)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "قیامت کے دن تم سب حق دار کا حق ادا کرو گے یہاں تک کہ بے سینگ بکری کا حق سینگ والی بکری سے دلایا جائے گا۔" (رواہ مسلم:۶۷۴۵)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں اور مہاجر وہ شخص ہے جو اللہ کی ممنوعہ چیزوں سے اجتناب کرے۔" (بخاری:۱۹، مسلم:۲۳۳۹)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "آسانیاں پیدا کرو، سختی مت کرو، خوشخبری کے پیامبر بنو، متنفر کرنے والے مت بنو۔" (متفق علیہ)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسروں کے حقوق کے متعلق اتنی تاکید کی صحابہ کرامؓ کو یہ خیال ہونے لگا کہ ہمارے زائد مال میں ہمارا حق ہی نہیں ہے۔ حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ: ہم لوگ ایک سفر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہ ایک آدمی ایک سواری پر سوار ہو کر آیا اور دائیں بائیں دیکھنے لگا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جس کے پاس زائد سواری ہو وہ اس کو دیدے، جس کے

پاس سواری نہ ہو اور جس کے پاس زائد کھانا ہو وہ اس کو دیدے جس کے پاس نہ ہو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سے مال کا تذکرہ کیا حتی کہ ہم کو یہ خیال ہونے لگا کہ زائد مال میں ہمارا حق ہی نہیں ہے۔'' (مسلم:۱۷۲۸)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مظلوم کی بددعا سے بھی آگاہ کیا، چنانچہ آپ ﷺ نے معاذ بن جبلؓ کو یمن کی طرف بھیجتے وقت ان کو ہدایت دی کہ مظلوم کی بددعا سے بچتے رہنا، کیونکہ مظلوم کی دعا اور خدا کے درمیان کوئی حجاب نہیں۔ (مسلم)

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسے حربی کے قتل کئے جانے پر اپنی شدید ناراضگی کا اظہار فرمایا، جس نے تلوار کا وار دیکھتے ہی کلمۂ شہادت پڑھ لیا تھا، روایت کی جاتی ہے کہ حضرت ابودرداؓ نے ایک آدمی کو قتل کردیا اور قتل کرنے کے وقت اس نے کلمۂ شہادت پڑھ لیا، چنانچہ اس کا تذکرہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا گیا تو حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس نے بچنے کے لئے ایسا کیا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم نے اس کا دل چیر کر دیکھا تھا؟ (تفسیر ابن کثیر:۲/۴۱۷)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم رسول توحید تھے اور اس کا دائرہ صرف عقیدہ ہی تک محدود نہیں بلکہ یہ توحید زندگی کے تمام پہلوؤں کو محیط ہے، اخلاق و سلوک اور لوگوں کے ساتھ برتاؤ میں بھی اس کی جلوہ گری نمایاں ہے، حجۃ الوداع کے موقع پر میدانِ عرفات میں آپ نے جو آخری خطبہ دیا، اس میں یہ پہلو صاف نظر آتا ہے، فرمایا:

''تم میں سے کسی ایک کی جان اور مال اور عزت دوسرے کے لئے اسی طرح قیامت تک قابل حرمت واحترام والی ہیں جس طرح آج کا یہ دن، یہ مہینہ اور یہ شہر، ہر ایک کا مال جو جاہلیت کے عہد میں جائز سمجھا جارہا تھا اب قیامت تک اس کو جائز سمجھا جانا ختم کیا جارہا ہے، سب سے پہلا خون جو ختم کیا جاتا ہے وہ ربیعہ بن الحارث بن عبدالمطلب کا خون تھا، اس نے بنی لیث میں پرورش پائی تھی اور ہذیل نے اس کو قتل کردیا تھا، جاہلیت کے تمام سود بھی باطل کردیئے گئے، یہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے اور سب سے پہلا سود جو ختم کیا جاتا ہے، وہ عباس بن عبدالمطلب کا سود ہے اور دیکھو! عورتوں کے معاملہ میں خدا سے ڈرو، کیونکہ وہ تمہارے زیر اثر ہیں وہ اپنے معاملہ میں اختیار نہیں رکھتیں، لہٰذا ان کا تم پر حق ہے اور تمہارا ان پر یہ حق ہے کہ وہ تمہارے علاوہ تمہارے بستر پر کسی کو آنے نہ دیں اور نہ ایسے شخص کو تمہارے گھر آنے دیں جسے تم ناپسند کرتے ہو اور اگر تم ان کی نافرمانی (غلط رویہ) سے خطرہ محسوس کرو تو انہیں نصیحت کرو اور ان کی خوابگاہوں کو الگ کردو اور ہلکے طریقہ سے مارو اور دیکھو انہیں کھانے، کپڑے کا حق پوری طرح حاصل ہے، تم نے انہیں خدا کی امانت کے طور پر اپنی رفاقت میں لیا ہے اور ان سے جنسی تعلق کو اللہ کے نام سے اپنے لئے جائز کیا ہے اور دیکھو کسی کے پاس کسی کی امانت ہو تو وہ صاحب امانت کو واپس کرے اور دیکھو میں اپنے بعد تمہارے لئے ایک ایسی چیز چھوڑے جاتا ہوں کہ اگر تم نے اس کو مضبوط پکڑے رکھا تو تم گمراہ نہ ہوگے وہ چیز کیا ہے؟ وہ ہے کتاب اللہ یعنی قرآنی دستور العمل اور دیکھو تم سے خدا کے ہاں میری نسبت پوچھا جائے گا بتاؤ تم کیا جواب دوگے؟ صحابہ نے عرض کیا ہم کہیں گے کہ آپ نے خدا کا پیغام پہنچادیا، اپنا فرض ادا کردیا، اس جواب پر آپ نے شہادت کی انگلی آسمان کی طرف اٹھائی اور تین مرتبہ فرمایا: اے خدا تو گواہ رہنا۔'' (صحیح مسلم)

شرافت انسانی کا لحاظ سیرت نبوی میں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عظیم کارنامہ انسان کی زندگی اور اس کو عزت وشرافت کو تحفظ فراہم کرنا ہے، بنائے کعبہ کے وقت حجراسود کو اپنی جگہ رکھنے کے شرف کو حاصل کرنے کے سلسلہ میں ہونے والے جھگڑا کو جس خوبی سے حل کیا اس کی مثال نہیں ملتی، حالانکہ یہ جھگڑا ایک بڑے خون خرابہ کا پیش خیمہ بن سکتا تھا۔ روایات میں آتا ہے کہ نبوت سے کعبہ کی مرمت کی ضرورت محسوس کی گئی، اس کی چھت نہیں تھی، دیواریں بھی صرف قد آدم تھیں اور مکہ چونکہ نشیب میں ہے، اس لئے سیلاب آنے پر سب خراب ہوجاتا تھا، لہٰذا قریش کو فکر ہوئی کہ اس کو ٹھیک کریں، اسی درمیان ان کو یہ واقعہ معلوم ہوا کہ جدہ میں ایک جہاز ٹوٹ کر بے کار ہوگیا ہے، قریش کے ایک سردار نے وہاں جاکر قریش کی طرف سے اس کی لکڑی کے تختے حاصل کئے اور ان کے ذریعہ کعبہ کی تعمیر جدید شروع کی اور چونکہ یہ مقدس عبادت گاہ کا کام تھا، اس لئے اس میں قریش کے سب خاندانوں کے نمائندے شریک ہوئے، آپ ﷺ کی عمر اس وقت ۳۵ سال کی ہوچکی تھی، آپ بھی شریک ہوئے، آپ اپنے کاندھے پر پتھر رکھ کر لاتے اور

جگہ تک پہنچاتے تھے جس سے آپ کے شانے چھل بھی گئے، پھر جب حجر اسود کو اس کی مخصوص جگہ پر رکھنے کا وقت آیا تو قریش میں جھگڑا ہوگیا کہ ہر ایک اس شرف کو حاصل کرنا چاہتا تھا، قریب تھا کہ اس پر آپس میں لڑائی کی نوبت آجائے۔

بالآخر فیصلہ یہ ہوا کہ اگلے دن صبح سویرے جو بیت اللہ شریف میں سب سے پہلے پہنچے اس سے اس سلسلہ میں فیصلہ کرایا جائے اور وہ سب کو قبول ہو، اگلی صبح یہ خصوصیت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہوئی، آپ سب سے پہلے وہاں پہنچے تھے، آپ کو دیکھ کر سب خوش ہوئے اور کہا کہ یہ تو ''الصادق الامین'' ہیں، یہ بالکل مناسب ہیں، چنانچہ آپ کے ذریعہ فیصلہ لیا گیا، آپ نے فیصلہ یہ دیا کہ حجر اسود کو ایک چادر میں رکھ کر سب مل کر اٹھائیں، ہر ایک اپنی طرف کا کنارہ پکڑ لے، چنانچہ سب نے چاروں طرف سے چادر پکڑ کر اٹھایا اور جب اس کی مقررہ جگہ تک پہنچا دیا تو آپ نے اپنے ہاتھ سے اس کو اس کی جگہ پر رکھ دیا۔(سیرت ابن ہشام:۱/۱۹۲)

انسانوں کے باہمی جھگڑے اور فساد کو روکنے، شرافت انسانی اور حقوق انسانی کی پاسداری کی ایک اور مثال حلف الفضول کا واقعہ ہے، ایک مرتبہ قبیلۂ زبید کا ایک شخص مکہ سامان تجارت لے کر آیا، قریش کے ایک سردار اور معزز شخص ''عاص بن وائل'' کی طرف سے زیادتی ہوئی کہ انہوں نے اس سے سامان خرید لیا اور اس کا حق نہیں دیا، زبیدی نے سرداران قریش کی حمایت حاصل کرنا چاہی، لیکن عاص بن وائل کی حیثیت و وجاہت کی وجہ سے انہوں نے اس کا ساتھ دینے سے انکار کردیا اور اس کو سخت سست کہہ کر واپس کردیا تو قریش کے چند صاحب ہمت اور حق وانصاف کے حامی اشخاص نے حقداروں کے حق دلانے کے لئے ایک کمیٹی کی تشکیل کی تو آپ بھی اس میں شریک ہوئے اور سب مل کر وائل کے پاس گئے اور زبیدی کا سامان واسباب ان سے زبردستی لے کر زبیدی کو واپس کیا۔(الکامل فی التاریخ لابن الاثیر:۲/۴۱۱، سیرت ابن کثیر:۱/۲۵۷)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس معاہدہ سے بہت خوش تھے اور فرماتے تھے کہ اس جیسے معاہدہ میں اگر اس کے نام پر اسلام کے بعد بھی بلایا جائے تو میں اس کی تکمیل کے لئے تیار ہوں، اس لئے کہ اسلام تو سراپا عدل وانصاف اور امن وسلامتی کا ہی نام ہے۔(سیرت ابن کثیر:۱/۲۵۸)

انسانی حقوق کا منشور: میثاق مدینہ:

انسانی حقوق کی پاسداری اور شرافت انسانی کی حفاظت کا بہترین نمونہ وہ معاہدہ ہے جو آپ نے مدینہ منورہ پہنچنے کے بعد کیا اور تاریخ وسیر میں ''میثاقِ مدینہ'' کے نام سے جانا جاتا ہے۔ یہ معاہدہ اس وقت کیا گیا جبکہ مدینہ اوس وخزرج اور یہود کے درمیان میدان جنگ بنا ہوا تھا۔ آپ نے مدینہ میں پُرامن اور انسانی بھائی چارہ، انسانی ہمدردی، مساوات اور انسانی غمخواری پر مشتمل معاشرہ قائم کیا، چنانچہ مدینہ میں آپ کی آمد امن وامان کا سبب بنی۔

ابن ہشام نے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ آئے ہوئے ابھی تھوڑی ہی مدت گزری تھی کہ تقریباً مدینہ کے تمام عرب نے اسلام قبول کرلیا اور قبیلہ اوس کے چند افراد کو چھوڑ کر انصار کے خاندانوں کے تمام افراد مشرف بہ اسلام ہوگئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین وانصار کے درمیان ایک دستاویز لکھی جس میں آپ نے یہود سے ایک معاہدہ کیا، انہیں ان کے مذہب اور مقبوضات پر باقی رکھا اور ان کے لئے کچھ حقوق اور فرائض متعین کئے۔

دشمنوں کے ساتھ آپ کا معاملہ:

دشمن اور وہ لوگ جو آپ کے قتل کے درپے تھے، ان کے ساتھ بھی آپ نے عفو ودرگزر کا معاملہ کیا اور غلبہ حاصل ہوجانے پر بھی انتقام اور خونریزی سے آپ نے بالکل اجتناب کیا، فتح مکہ کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عمومی معافی کا اعلان فرمایا، یہاں تک ان دشمنوں کو بھی معاف کیا جنہوں نے آپ کے راستہ میں کانٹے بچھائے اور آپ کو ہر طرح ستایا، یہاں تک کہ آپ مدینہ ہجرت کرگئے اور وہاں بھی چین سے رہنے نہ دیا، فتح مکہ کے دن آپ نے یہ اعلان کیا: اے قریشیو! تمہیں کیا توقع ہے کہ اس وقت میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کروں گا؟ انہوں نے جواب دیا: ہم اچھی ہی امید رکھتے ہیں، آپ کریم النفس اور شریف بھائی ہیں اور کریم وشریف بھائی کے بیٹے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں تم سے وہی کہتا ہوں جو یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے کہا تھا: ''لاتثریب علیکم الیوم، اذھبوا فانتم الطلقاء۔'' (آج تم پر کوئی الزام نہیں، جاؤ تم سب آزاد ہو)۔

عقبہ بن عامر بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملا تو آپ نے فرمایا: ''اے عقبہ! جو تم سے تعلق توڑے تم اس سے تعلق جوڑو، جو تم کو محروم کرے تم اس کو نوازو اور جو تم کو ستائے اس کو معاف کردو۔'' (احمد:۱۷۴۸۸)

حضرت عروہ بن زبیر سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ چند

یہودی آپ کے پاس آئے اور کہا: ’’السام علیکم (تمہارا بُرا ہو) تو میں سمجھ گئی اور فوراً میں نے کہا: ’’تمہارا بُرا ہو اور تم پر لعنت ہو۔‘‘ یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا: عائشہ ٹھہرو! اللہ تعالیٰ ہر چیز میں نرمی پسند کرتا ہے، میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا آپ نے سنا نہیں کہ انہوں نے کیا کہا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے جواب میں ’’علیکم‘‘ کہہ دیا ہے کہ ’’تم پر ہو۔‘‘

(بخاری:۵۶۷۸، مسلم:۲۱۶۵)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت علی بن ابی طالب کو خیبر کی مہم پر روانہ کیا تو ان کو وصیت کی کہ آرام سے نکلو، یہاں تک کہ ان کے علاقہ میں پہنچ کر قیام کرو، پھر ان کو اسلام کی دعوت دینا اور اسلام لانے کے بعد اللہ کا جو حق ان پر واجب ہو رہا ہے، اس سے واقف کرانا، اس لئے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے تمہارے ذریعہ ایک شخص کو بھی ہدایت دے دی تو یہ تمہارے لئے سرخ اونٹوں سے بدرجہا بہتر ہوگا۔ (بخاری:۲۸۴۷)

قیدیوں کے ساتھ سلوک:

قیدیوں کے ساتھ آپ کا سلوک رحمت و شفقت، دور اندیشی، عدل و انصاف اور دعوتی مقاصد پر مبنی تھا، اسی وجہ سے آپ نے قیدیوں کے ساتھ معافی اور شفقت کے متعدد طریقے اختیار کئے، کسی موقع پر قیدیوں سے زرفدیہ قبول کیا، کسی کو بغیر زرفدیہ کے چھوڑ دیا، کسی کو اس شرط پر چھوڑ دیا کہ وہ مسلمانوں کے دس بچوں کو تعلیم دے اور بعض قیدیوں کو مسلم قیدیوں کے عوض رہا کر دیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب غزوۂ بدر سے مدینہ واپس آئے، قیدیوں کو صحابہ کرامؓ میں تقسیم کر دیا اور ان کو تلقین کی کہ ان قیدیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔

(طبرانی فی الکبیر:۹۷۷، وفی الصغیر:۴۰۹)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے قیدیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی تاکید کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ’’استوصوا بهم خیراً‘‘ (ان سے اچھا معاملہ کرنا) ابوعزیز راوی ہیں کہ جب وہ مجھے بدر سے قیدی بنا کر لائے تو مجھے انصار کے ایک قبیلہ میں جگہ ملی، وہ دونوں وقت اپنے کھانوں میں سے روٹی تو مجھے دیتے اور خود کھجور پر اکتفا کرتے، یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اسی وصیت وہدایت کا اثر تھا۔ (طبرانی فی الصغیر:۴۰۱)

ابوالعاص بن ابی الربیع کہتے ہیں: ’’میں انصار کے ایک قبیلہ میں تھا، اللہ ان کو اچھا بدلہ عطا کرے، جب ہم شام یا دوپہر کا کھانا کھاتے تو روٹی مجھے کھلاتے اور خود کھجور پر اکتفا کرتے، حالانکہ روٹی ان کے پاس بہت کم ہوتی کسی کو کہیں سے ایک روٹی کا ٹکڑا بھی مل جاتا تو مجھے لا کر دیتا، مجھے شرم محسوس ہوتی اور میں اسے لوٹا دیتا، لیکن وہ زبردستی مجھے دیتا اور خود اسے ہاتھ بھی نہ لگاتا۔‘‘

ولید بن ولید بن مغیرہ کا بھی اسی طرح کا تاثر ہے، وہ مزید کہتے ہیں: ’’وہ ہمیں اپنی پیٹھوں پر بٹھا کر چلتے۔‘‘ (مغازی للواقدی:۱/۱۱۹)

بوڑھوں کے ساتھ سلوک:

ایک دن ایک سن رسیدہ شخص آپ کے پاس آیا اور لوگوں نے اس کے لئے جگہ دینے میں تاخیر کی تو آپ پر اس کا اثر پڑا اور فرمایا: ’’وہ ہم میں سے نہیں جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور بڑوں کا احترام نہ کرے۔‘‘ (ترمذی:۹۱۹)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ’’اللہ کی تعظیم میں بوڑھے مسلمان کا احترام و اکرام ہے۔‘‘ (ابوداؤد)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ’’جو کوئی نوجوان کسی بوڑھے کا اس کی درازیٔ عمر کی بنا پر اکرام کرتا ہے تو اس کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ بڑھاپے میں اس کے اکرام کا انتظام فرما دیتا ہے۔‘‘ (ترمذی:۲۰۲۳)

بچوں کے ساتھ سلوک:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’میں نماز شروع کرتا ہوں اور دل چاہتا ہے کہ طویل نماز پڑھوں کہ کسی بچے کے رونے کی آواز سنتا ہوں تو اس خیال سے نماز مختصر کر دیتا ہوں کہ اس کی ماں کو دشواری اور تکلیف نہ ہو۔‘‘ (بخاری:۶۷۷)

حضرت انس رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں ابوطلحہ جایا کرتے تھے، ان کے ایک بیٹا ابوعمیر تھا، جس سے آپ مذاق کرتے تھے، چنانچہ ایک دن آپ نے دیکھا کہ وہ غمزدہ ہے، آپ نے پوچھا: اے ابوعمیر! کیا ہوا؟ میں تم کو غمزدہ دیکھ رہا ہوں، لوگوں نے جواب دیا کہ ان کی ایک چھوٹی چڑیا مر گئی ہے جس سے یہ کھیلتے تھے، آپ نے فرمایا: ’’ابوعمیر! نغیر کا کیا ہوا؟‘‘ (بخاری:۵۸۵۰)

ایک شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میرا دل بہت سخت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم چاہتے ہو کہ تمہارا دل نرم ہو جائے اور تمہاری ضرورت پوری ہو جائے تو یتیم پر رحم کرو اور اس کے ساتھ شفقت و ملاطفت کا معاملہ کرو، اپنے کھانے سے اس کو کھلاؤ، تمہارا دل نرم پڑ جائے گا اور تمہاری ضرورت پوری ہو جائے گی۔ (طبرانی، ترغیب وترہیب:۳/۶۷۶) ☆☆

غزوۂ بدر....حق وباطل کا پہلا معرکہ

مولانا محمد امین

اسلامی تاریخ میں حق و باطل کے درمیان پہلی معرکۃ الآراء جنگ ۱۷رمضان المبارک کو ہوئی، جس میں مسلمانوں نے دین اسلام کی سربلندی کے لئے ہتھیار اٹھائے، اسی جنگ کا نام ”غزوۂ بدر“ ہے۔ اس جنگ میں مسلمانوں کی کل تعداد ۳۱۳ تھی، اس مختصر تعداد کے ساتھ اپنے سے تین گنا بڑے لشکر کا مقابلہ کیا، بے سروسامانی کا عالم یہ تھا کہ پورے لشکر میں ستر اونٹ اور دو گھوڑے سواری کے اور لڑائی کا ساز و سامان بھی پورا نہیں۔ اس سب کے باوجود مسلمان اس بے جگری سے لڑے کہ اللہ رب العزت کی نصرت سے ان کو فتح نصیب ہوئی۔

اس لڑائی کا پس منظر یہ تھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی کہ ابوسفیان ایک تجارتی قافلہ لے کر شام سے واپس آ رہا ہے۔ اس کو روکنے کے لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرات صحابہ کرامؓ کو لے کر نکلے، لیکن جب ابوسفیان کو مسلمانوں کے لشکر کی روانگی کی اطلاع ملی تو اس نے ایک قاصد کے ذریعہ مکہ کے سرداروں کو پیغام بھجوایا کہ اپنے مال و اسباب اور قافلے کو بچانے کے لئے نکلو، چنانچہ مکہ سے ایک ہزار مشرکین جنگی ساز و سامان سے لیس ہوکر مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے نکل کھڑے ہوئے۔ ادھر ابوسفیان راستہ بدل کر قافلہ کو بچا کر مکہ پہنچ گیا اور لشکر کفار کو پیغام بھجوایا کہ میں بخیریت مکہ پہنچ گیا ہوں، لہٰذا آپ لوگ واپس آ جائیں، لیکن ابوجہل نے مسلمانوں سے جنگ کرنے پر اصرار کیا۔

نئی صورت حال کے پیش نظر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھیوں سے مشورہ فرمایا، سب سے پہلے حضرت ابو بکر صدیقؓ کھڑے ہوئے اور اظہار جاں نثاری فرمایا، اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم انصار سے رائے لینا چاہتے تھے، اتنے میں حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا: ”ہم بنی اسرائیل کی طرح نہیں، جنہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے یہ کہا تھا کہ اے موسیٰ! تم اور تمہارا خدا جا کر لڑو، ہم تو یہیں بیٹھے ہیں، ہم آپ کے دائیں بائیں آگے پیچھے لڑیں گے۔“

اس تقریر کو سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ خوشی سے چمک اٹھا، اس کے بعد حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور فرمایا: ”ہم نے آپ کی تصدیق کی اور آپ کو عہد دے چکے ہیں۔ آپ حکم دیں کہ ہم سمندر میں چھلانگیں لگا دیں تو ہم اسی وقت کود پڑیں گے۔“

صحابہ کرامؓ کے اس جذبہ کو دیکھ کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہوگئے۔ مقام بدر پر دونوں لشکروں نے پڑاؤ کیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میدان جنگ کا معائنہ فرمایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان جگہوں کی نشان دہی فرما دی کہ فلاں فلاں سردار کی نعش اس جگہ پائی جائے گی۔ صحابی گواہی دیتے ہیں کہ جہاں جہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشینگوئی فرمائی تھی، وہ اسی طرح پوری ہوئی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی:

”اللّٰھم انجزلی ما وعدتنی اللّٰھم ان تھلک ھذا العصابۃ من اھل الاسلام لاتعبدوا فی الارض۔“

ترجمہ: ”اے اللہ! جو آپ نے مجھ سے وعدہ فرمایا: اس کو پورا فرمائیے۔ اے اللہ! اگر یہ مختصر اہلِ اسلام کی جماعت ہلاک ہوگئی تو زمین میں آپ کی عبادت نہیں کی جائے گی۔“

جب لڑائی شروع ہوئی تو کفار کی طرف سے تین جنگجو نکلے عتبہ، شیبہ اور ولید۔ اسلامی لشکر سے حضرت علیؓ، حضرت حمزہؓ، حضرت عبیدہؓ میدان میں آئے۔ حضرت علیؓ نے ولید کو قتل کردیا اور حضرت حمزہؓ نے شیبہ کو جہنم رسید کیا اور عتبہ کا مقابلہ حضرت عبیدہؓ سے ہوا، جس میں حضرت عبیدہؓ زخمی ہوئے۔ حضرت علیؓ اور حضرت حمزہؓ نے مل کر عتبہ کو ہلاک کردیا۔ (باقی صفحہ ۲۳ پر)

اسلام کی خاتونِ اوّل

اُمّ المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا

(حالات، فضائل اور خدماتِ دینِ اسلام)

حافظ محمد زاہد صاحب

اس کائنات کی بہت سی چیزوں کو دوسری چیزوں پر فوقیت حاصل ہے، مثلاً جمعہ کے دن کو باقی دنوں پر، ماہ رمضان کو باقی گیارہ مہینوں پر اور لیلۃ القدر کو رمضان کی باقی راتوں پر۔ اسی طرح اس کائنات میں بہت سے انسان ایسے ہیں جن کو تمام بنی نوعِ انسان پر مختلف خصوصیات کی بنا پر فوقیت حاصل ہے، مثلاً انبیائے کو غیر انبیا پر اور پھر انبیائے کرام میں سے بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو باقی سب پر فوقیت حاصل ہے۔ اسی طرح وہ عورتیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں رہیں (چاہے قلیل مدت یا زیادہ مدت، جنہیں ازواج مطہرات اور اُمہات المومنین کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے) ان کو بھی بنی نوعِ انسان کے طبقہ نسواں پر فضیلت اور برتری حاصل ہے۔ ان ازواج مطہرات میں سے بھی اوّلیت اور فضیلت حضرت خدیجہؓ کو حاصل ہے، جو نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی زوجہ اور اس اُمت کی پہلی ''ماں'' تھیں۔

اس مضمون میں حضرت خدیجہؓ کی مختصر سوانح حیات، خصوصی فضائل اور خدماتِ اسلام کو بیان کیا جائے گا۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ حضرت خدیجہؓ کی فضیلت دنیا کی تمام عورتوں پر واضح ہو جائے اور اُمتِ مسلمہ کی تمام عورتیں انہیں اپنا آئیڈیل بنا کر ان کی طرزِ زندگی کو اپنائیں، تاکہ ان کو گھریلو زندگی میں سکون اور آخرت میں آرام میسر آئے۔

حسب ونسب اور ماضی کی ایک جھلک:

آپؓ کا نام خدیجہ، لقب طاہرہ اور کنیت اُم ہند تھی۔ آپ قبیلہ قریش کی ایک معزز شاخ بنی اسد سے تعلق رکھتی تھیں۔ آپؓ کے والد کا نام خویلد بن اسد اور والدہ کا نام فاطمہ بنت زاہدہ تھا۔ آپؓ کے والد عرب کے مشہور تاجر تھے اور ان کے گھر میں دولت کی ریل پیل تھی۔ آپؓ شرافت، امانت، ایفائے عہد، سخاوت، غریب پروری، فراخ دلی اور عفت وحیا جیسی اعلیٰ صفات اور خوبیوں کے ساتھ واقعہ فیل سے ۱۵ سال پہلے بمطابق ۵۵۵ عیسوی اس دنیا میں تشریف لائیں اور وقت کے ساتھ ساتھ یہ خوبیاں آپؓ کی طبیعت کا لازمی جزو بن گئیں اور پورے عرب میں آپؓ کی اعلیٰ خوبیوں کا چرچا ہونے لگا۔

حضرت خدیجہؓ کی پہلی شادی ابو ہالہ تمیمی کے ساتھ ہوئی اور ان سے دو بیٹے پیدا ہوئے: ہالہ اور ہند۔ ان کے انتقال کے بعد آپؓ کی دوسری شادی عتیق بن عاید مخزومی سے ہوئی اور ان سے ایک بیٹی پیدا ہوئی، جس کا نام بھی ہند تھا۔ کچھ عرصے بعد ان کا بھی انتقال ہو گیا تو آپؓ نے شادی کا خیال دل سے نکال کر اپنے والد کی وفات کے بعد ان کی تجارت کو سنبھالنا شروع کر دیا۔

کاروبار میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شرکت:

حضرت خدیجہؓ اپنا سامان تجارت مقررہ اُجرت پر دیا کرتی تھیں اور اُنہیں اس مقصد کے لئے امانت دار اور شریف النفس شخص کی تلاش تھی۔ یہ وہ دور تھا جب حضرت محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امانت اور دیانت کا پورے عرب میں چرچا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پورے عرب میں ''امین اور صادق'' کے لقب سے جانے جاتے تھے۔ حضرت خدیجہؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیغام پہنچایا کہ آپ میرا سامانِ تجارت شام لے جائیں تو میں آپ کو دوگنا اجر دوں گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پیشکش کو قبول فرمایا اور حضرت خدیجہؓ کا سامانِ تجارت شام لے کر گئے۔

شام کے اس تجارتی سفر میں حضرت خدیجہؓ کا غلام میسرہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔ راستے میں راہب والا واقعہ پیش آیا کہ جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے ہی فرمایا: ''بلاشبہ یہ نبی ہیں اور آخری نبی۔'' پھر حضرت خدیجہؓ کے غلام میسرہ نے خود بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے چند خرقِ عادت واقعات دیکھے، مثلاً اس نے دیکھا کہ دھوپ میں دو فرشتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سایہ کیے ہوئے ہیں۔

سفر سے واپسی پر میسرہ نے سفر کی ساری روداد حضرت خدیجہؓ کے گوش گزار کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت اور امانت کا بھی ذکر کیا۔ اس سے حضرت خدیجہؓ کے دل میں آپ صلی

اللہ علیہ وسلم سے شادی کی خواہش پیدا ہوگئی۔

حضرت خدیجہؓ کا نبی آخر الزماں ﷺ کو نکاح کا پیغام:

قریش کا جو شخص بھی نکاح کے قابل تھا وہ حضرت خدیجہؓ سے شادی کا خواہش مند تھا، لیکن آپؓ نے رحمۃ للعالمین محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شادی کی خواہش ظاہر کی اور اپنی سہیلی نفیسہ بنت اُمیہ کو شادی کا پیغام دے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا۔ وہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور نفیسہ کے درمیان کیا گفتگو ہوئی، خود نفیسہ کی زبانی سنیے:

نفیسہ: آپ ﷺ نکاح کیوں نہیں کر لیتے؟

محمد صلی اللہ علیہ وسلم: میں نادار اور خالی ہاتھ ہوں کس طرح نکاح کر سکتا ہوں؟

نفیسہ: اگر کوئی ایسی عورت آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کی خواہش مند ہو جو ظاہری حسن و جمال اور طبعی شرافت کے علاوہ دولت مند بھی ہو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ضروریات کی کفالت کرنے پر بھی خوش دلی سے آمادہ ہو، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے نکاح کر لینا پسند کریں گے؟

محمد ﷺ: ایسی عورت کون ہو سکتی ہے؟

نفیسہ: خدیجہ بنت خویلد۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا ذکر اپنے چچا ابوطالب سے کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا اس پر خوش ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر خدیجہ اس کے لئے آمادہ ہیں تو میں راضی ہوں۔

بعض روایات میں آتا ہے کہ حضرت خدیجہؓ نے خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے شادی کی بات کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی اس پیشکش کو قبول فرمایا۔

نبی آخر الزماں ﷺ اور حضرت خدیجہؓ کے نکاح کی تقریب:

نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کے نکاح کی تقریب حضرت خدیجہؓ کے گھر میں منعقد ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چچا اور چند دوسرے رشتہ داروں، مثلاً حضرت حمزہؓ کے ہمراہ وقتِ مقررہ پر ان کے گھر گئے اور وہاں حضرت خدیجہؓ کے رشتہ دار موجود تھے، جن میں عمرو بن اسد اور ورقہ بن نوفل قابل ذکر ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابوطالب نے عرب کے رواج کے مطابق نکاح کا خطبہ پڑھا اور بعض تاریخی روایات سے یہ بھی پتا چلتا ہے کہ حضرت خدیجہؓ کی طرف سے ورقہ بن نوفل نے جوابی کلمات کہے.... عرب کے رواج کے مطابق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہؓ کو پانچ سو طلائی درہم بطورِ حق مہر ادا کئے۔ شادی کے وقت نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر ۲۵ سال اور حضرت خدیجہؓ کی ۴۰ سال تھی۔

حضرت خدیجہؓ کی خدمت گزاری اور وفا شعاری:

حضرت خدیجہؓ سے نکاح کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُن کے ساتھ اُن کے گھر پر ہی رہنے لگے۔ آپؓ ایک خدمت گزار اور وفا شعار بیوی ثابت ہوئیں۔ آپؓ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری ضرورتوں اور آرام کا خاص خیال رکھا اور آپؓ نے اپنا سارا مال و دولت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے کر دیا۔ حضرت خدیجہؓ جب تک زندہ رہیں آپؓ نے کوئی ایک کام بھی ایسا نہیں کیا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ناپسند ہو یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب غار حرا میں غور و فکر کے لئے جاتے تو آپؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کھانا لے کر جاتیں، حالاں کہ غار حرا مکہ کی آبادی سے دو تین میل کے فاصلے پر ہے اور اس کی چڑھائی بھی کافی مشکل ہے، لیکن آپؓ نے یہ سب کام بہ خوشی کئے۔

حضرت خدیجہؓ کا ایک غلام زید بن حارثہؓ تھا، جن سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خصوصی لگاؤ اور محبت تھی تو آپؓ نے زید کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدیہ کر دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زید کو خانہ کعبہ میں لے جا کر عرب کے رواج کے مطابق اپنا منہ بولا بیٹا بنالیا۔ اس کے بعد اہل عرب زید بن حارثہؓ کو ''زید بن محمدؐ'' کہنے لگ گئے۔ (نوٹ: جب سورۃ الاحزاب کی آیت ۵: اُدۡعُوۡهُمۡ لِاٰبَآئِهِمۡ هُوَ اَقۡسَطُ عِنۡدَ اللّٰهِ ''(اے ایمان والو!) تم لے پالکوں کو اُن کے باپ کے نام سے پکارو، یہ اللہ کے نزدیک زیادہ صحیح ہے'' نازل ہوئی تو حضرت زیدؓ کو دوبارہ سے زید بن حارثہ کہا جانے لگا۔)

سیماب اکبر آبادی نے حضرت خدیجہؓ کی خدمت گزاری اور وفا شعاری کے حوالے سے لکھا ہے کہ: ''حضرت خدیجہؓ حسین بھی تھیں، دولت مند بھی تھیں، شریف النسل بھی تھیں، شریف الخیال بھی تھیں اور سب سے زیادہ جو فضیلت ان میں تھی وہ یہ ہے کہ اپنے شوہر کی بے حد اطاعت گزار تھیں۔''

اولاد کی اعلیٰ پرورش اور تربیت:

آپؓ کے بطن سے حضرت قاسمؓ، حضرت زینبؓ، حضرت رقیہؓ، حضرت اُمّ کلثومؓ، حضرت فاطمہ اور حضرت عبداللہ (رضی اللہ عنہم اجمعین) پیدا ہوئے۔ دونوں صاحب زادے بچپن میں ہی انتقال کر گئے مگر بیٹیاں حیات رہیں، جب کہ

حضرت فاطمہؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی واحد اولاد ہیں، جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بھی زندہ رہیں۔

دوسری طرف حضرت علیؓ، جو اس وقت بچے تھے، کو بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا ابو طالب کا مالی بوجھ کم کرنے کے لئے اپنی کفالت میں لے لیا۔ اب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی چار بیٹیاں، حضرت علی، حضرت زید اور پھر حضرت خدیجہ کے پہلے خاوند سے دو بیٹے آپؐ کی پرورش میں پلنے لگے۔ آپؐ نے ان کی بہت خوب پرورش کی، جس کا ثبوت ملاحظہ کریں کہ حضرت علیؓ ”علم کا باب“ کہلوائے اور فصاحت و بلاغت کے ماہر بنے۔ اسی طرح حضرت ہندؓ بھی فصاحت و بلاغت کے ماہر بنے۔ شمائل ترمذی کی اکثر روایات حضرت ہندؓ سے مروی ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جو تعریف حضرت ہندؓ نے کی ہے وہ فصاحت و بلاغت کا اعلیٰ شاہکار ہے۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیاں شرم و حیا کا پیکر اور صبر و استقامت کا پہاڑ ثابت ہوئیں۔ یہ سب حضرت خدیجہؓ کی پرورش اور تربیت کا نتیجہ ہے۔

وفات:

حضرت خدیجہؓ نبوت کے دسویں سال اس فانی دنیا سے کوچ کر گئیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی جدائی کا حد درجہ افسوس اور دکھ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سال کو ”غم کا سال“ قرار دیا، اس لئے کہ اس سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دو قابل قدر ہستیاں اس دنیا سے کوچ کر گئیں: ایک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سرپرست چچا ابو طالب اور دوسری آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت گزار اور وفا شعار بیوی حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھوں سے انہیں لحد میں اتارا اور ان کے لئے دعا فرمائی۔ اُس وقت نماز جنازہ کا حکم نازل نہیں ہوا تھا، اس لئے حضرت خدیجہؓ کی نماز جنازہ ادا نہیں کی گئی۔

فضائل اور خدماتِ دینِ اسلام:

حضرت خدیجہؓ کے فضائل اور خدماتِ دین اسلام بے شمار ہیں، اُن کے فضائل و کمالات کے تو مستشرق بھی قائل ہیں۔ جرمن مورخ اسپرنگر نے تو حضرت خدیجہؓ کے بارے میں یہاں تک کہہ دیا کہ: ”اگر حضرت خدیجہ نہ ہوتیں تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پیغمبر ہی نہ ہوتے۔“ ذیل میں ان کے فضائل اور خدماتِ دین میں سے چند ایک کو بیان کیا جاتا ہے:

دورِ جاہلیت میں بت پرستی سے بیزاری:

دورِ جاہلیت کا عرب معاشرہ بت پرستی میں مبتلا تھا اور انہیں ان بتوں سے اتنا لگاؤ تھا کہ ان کے خلاف ایک بات بھی برداشت نہیں کرتے تھے۔ اس اندھیرے دور میں بھی روشنی کی چند گنی چنی شمعیں موجود تھیں، جو فطری طور پر اس بت پرستی سے نفرت کرتی تھیں۔ مردوں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ حضرت ابوبکر و عثمان رضی اللہ عنہما قابلِ ذکر ہیں، جب کہ عورتوں میں حضرت خدیجہ تھیں، جنہیں بت پرستی سے فطری نفرت تھی۔ تاریخی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اُس دور کی واحد خاتون تھیں جو شرک اور بت پرستی سے بیزار تھیں۔ آپؓ کی اسی پاکی کی بنا پر دورِ جاہلیت میں ہی آپؓ ”طاہرہ“ کے لقب سے جانی جاتی تھیں۔ اس حوالے سے مسند احمد میں ایک روایت نقل کی گئی ہے۔

حضرت خدیجہؓ کے ایک پڑوسی کا کہنا ہے کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت خدیجہؓ سے یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

”اَیْ خَدِیْجَةُ، وَاللّٰہِ لَا اَعْبُدُ اللَّاتَ وَ الْعُزّٰی، وَاللّٰہِ، لَا اَعْبُدُ اَبَدًا) قَالَ: فَتَقُوْلُ خَدِیْجَةُ خَلِّ اللَّاتَ: خَلِّ الْعُزّٰی، قَالَ: کَانَتْ صَنَمَھُمُ الَّتِیْ کَانُوْا یَعْبُدُوْنَ، ثُمَّ یَضْطَجِعُوْنَ۔“

ترجمہ: ”اے خدیجہ! بخدا میں لات اور عزیٰ کی عبادت کبھی نہیں کروں گا، خدا کی قسم! میں ان کی عبادت کبھی نہیں کروں گا“۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت خدیجہؓ نے جواب میں کہا: آپ لات کو چھوڑیئے، آپ عزیٰ کو چھوڑیئے (یعنی ان کا ذکر بھی نہ کیجئے)۔ راوی کہتے ہیں کہ یہ اُن کے بتوں کے نام تھے، جن کی مشرکین عبادت کر کے اپنے بستروں پر لیٹتے تھے۔“

اسلام کی خاتونِ اول اور نبی اکرم ﷺ کی زوجۂ اول:

حضرت خدیجہؓ عورتوں، بلکہ سب سے پہلے ایمان لانے والی اور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی بیوی تھیں، دوسرے الفاظ میں آپؓ اسلام کی بھی خاتونِ اول تھیں اور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی۔ شادی کے بعد حضرت خدیجہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پچیس سال رہیں، اُن کی زندگی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی عورت سے شادی نہیں کی۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں:

”لَمْ یَتَزَوَّجِ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم عَلٰی خَدِیْجَةَ حَتّٰی مَاتَتْ۔“

ترجمہ: ”نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے

حضرت خدیجہؓ کی زندگی میں دوسری شادی نہیں کی، یہاں تک کہ آپؓ فوت ہوگئیں۔''

نبوت کے وقت دلاسہ دینے والی:

ایک طرف تو آپؓ نے شادی کے بعد آپ کی ہر طرح سے خدمت کی اور اپنا سارا مال و دولت بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے وقف کر دیا۔ دوسری طرف جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو غار حراء میں نبوت ملی تو آپ نے گھر آ کر سارا واقعہ آپؓ کے گوش گزار کیا‘ اُس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو (بربنائے بشریت) دلاسے کی جو ضرورت تھی اُسے ہماری ماں حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ نے پورا کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف ایسے فصیح و بلیغ انداز میں بیان کئے جو اپنی مثال آپ ہیں۔

آپؓ نے فرمایا:

''کَلَّا وَاللّٰہِ مَا یُخْزِیکَ اللّٰہُ اَبَدًا، اِنَّکَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ، وَتَحمِلُ الْکَلَّ، وَتَکسِبُ الْمَعْدُومَ، وَتَقرِی الضَّیفَ، وَتُعِینُ عَلٰی نَوَائِبِ الْحَقِّ۔''

ترجمہ: ''خدا کی قسم! اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی بھی رسوا نہیں کرے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو صلہ رحمی کرتے ہیں‘ ناتوانوں کا بوجھ اپنے اوپر لیتے ہیں، دوسروں کو مال و اخلاق سے نوازتے ہیں۔ مہمان کی مہمان نوازی کرتے ہیں اور حق بجانب امور میں مصیبت زدہ لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔''

پھر حضرت خدیجہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے چچا کے بیٹے ورقہ بن نوفل کے پاس لے کر گئیں، جس نے سارا واقعہ سن کر کہا: یہ وہی فرشتہ ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اترا تھا۔

حضرت خدیجہؓ کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت ملنے کے وقت دلاسہ دینا اور پھر آپ کو ورقہ بن نوفل کے پاس لے کر جانا ایسی خصوصیات ہیں کہ جن تک کوئی بھی نہیں پہنچ سکتا۔

اُمت مسلمہ کی ''صدیقۃ الکبریٰ'' ہونے کا شرف:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب غار حرا سے واپس آئے اور سارا ماجرا حضرت خدیجہؓ کو سنایا اور ورقہ بن نوفل نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے کو بیان کیا تو آپؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی اور آپ پر ایمان لائیں اور سب سے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی تصدیق کرنے والی بھی حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ ہیں۔

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی حضرت خدیجہؓ کا تذکرہ کرتے تو ان کی خوب تعریف کرتے تھے۔ ایک دن مجھے غیرت آئی اور میں نے کہا کہ آپ کیا اتنی کثرت کے ساتھ ایک سرخ مسوڑھوں والی عورت کا ذکر کرتے رہتے ہیں‘ حالانکہ ان کے بدلے میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس سے بہترین بیویاں عطا کردی ہیں؟ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''مَا بَدَلَنِیَ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ خَیرًا مِنهَا، قَد آمَنَت بِی اِذ کَفَرَ بِیَ النَّاسُ، وَصَدَّقَتنِی اِذ کَذَّبَنِیَ النَّاسُ وَوَاسَتنِی بِمَالِهَا اِذ حَرَمَنِی النَّاسُ، وَرَزَقَنِیَ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ وَلَدَهَا اِذ حَرَمَنِی اَولَادَ النِّسَاءِ۔''

ترجمہ: ''اللہ نے مجھے اُس کے بدلے میں اس سے بہتر کوئی بیوی نہیں دی۔ وہ مجھ پر اُس وقت ایمان لائیں جب لوگ میرا انکار کر رہے تھے اور میری اُس وقت تصدیق کی جب لوگ میری تکذیب کر رہے تھے اور اپنے مال سے میری ہم دردی اُس وقت کی جب کہ لوگوں نے مجھے اس سے دور رکھا اور اللہ نے مجھے اُس سے اولاد عطا فرمائی جب کہ میری دوسری بیویوں سے میرے ہاں اولاد نہ ہوئی۔''

حضرت خدیجہؓ کی اسی تصدیق کی وجہ سے انہیں امت کی ''صدیقۃ الکبریٰ'' ہونے کا شرف حاصل ہے۔ مردوں میں ''صدیق اکبر'' کا اعزاز حضرت ابوبکرؓ کو اور عورتوں میں ''صدیقۃ الکبریٰ'' ہونے کا اعزاز حضرت خدیجہؓ کو حاصل ہوا، اسی لئے ان کے نام کے ساتھ ''کبریٰ'' لکھا جاتا ہے۔

(جاری ہے)

نوکوٹ، سندھ میں دو قادیانیوں کو قبولِ اسلام

نوکوٹ..... عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی محنت سے نوکوٹ ضلع میرپور خاص کے رہائشی مولا بخش ولد ابراہیم اور گل محمد ولد ہادی بخش نے قادیانیت پر لعنت بھیج کر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت میرپور خاص کے مبلغ مولانا مختار احمد کے ہاتھ پر اسلام قبول کرلیا۔ علاقے کے علماء کرام نے ان نومسلموں کو مبارک باد دی۔ مولا بخش اور گل محمد دونوں نے اس موقع پر کہا کہ مرزا قادیانی اپنے تمام دعوؤں میں جھوٹا اور کذاب ہے، آج کے بعد ہمارا قادیانیوں سے کوئی تعلق نہیں۔ مولانا مختار احمد نے نومسلموں کے لئے اسلام پر استقامت کی دعا کرائی۔

الاربعین فی خاتم النبیین ﷺ

چھٹی قسط

تالیف وترتیب: حضرت مولانا غلام رسول دین پوری مدظلہ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے آگ پر پکی ہوئی چیز نہیں کھائی:

حدیث نمبر:-۲۳

’’عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ کَانَ طَعَامُ عِیْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ الْبَاقِلَاءَ حَتّٰی رُفِعَ وَلَمْ یَکُنْ یَاکُلُ شَیْئًا غَیَّرَتْہُ النَّارُ حَتّٰی رُفِعَ۔‘‘ (کنزالعمال،ج:۶،ص:۱۲۶)

ترجمہ:... ’’حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خوراک لوبیا تھی، یہاں تک کہ انہیں (آسمان پر) اٹھالیا گیا اور انہوں نے کوئی ایسی چیز نہیں کھائی جو آگ پر پکائی گئی ہو، یہاں تک کہ انہیں (آسمان پر) اٹھالیا گیا۔‘‘

فائدہ:- اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جس شخص کے آسمان پر جانے اور قرب قیامت میں نزول کی آنحضرت ﷺ نے پیشگوئی فرمائی ہے، وہ اسرائیلی پیغمبر حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام ہیں۔ کوئی دوسرا شخص جو مٹھائیاں، پیسٹریاں اور نفیس سے نفیس چیزیں کھانے کا عادی ہو وہ مراد نہیں۔

حضرت عیسیٰؑ حج وعمرہ ادا فرمائیں گے:

حدیث نمبر:-۲۴

’’عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ: وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ: لَیُھِلَّنَّ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ بِفَجِّ الرَّوْحَاءِ حَاجًّا اَوْ مُعْتَمِرًا اَوْ لَیُثَنِّیَنَّھُمَا۔‘‘ (مسلم،ج:۱،ص:۴۰۸، مسند احمد،ج:۲،ص:۵۱۳)

ترجمہ:... ’’حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام ضرور مقام فج روحاء پر حج یا عمرہ یا دونوں کا احرام باندھیں گے (اور تلبیہ پڑھیں گے)۔‘‘

فائدہ:- یہ حدیث حاکم نے بھی روایت کر کے اسے صحیح قرار دیا ہے اور اس میں مزید تفصیل یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام حاکم عادل اور امام منصف ہونے کی حیثیت سے نازل ہوں گے اور حج یا عمرہ کو جاتے ہوئے مقام فج روحاء سے گزریں گے اور میری (آنحضرت ﷺ کی) قبر پر بھی ضرور آئیں گے۔ حتیٰ کہ مجھے سلام کریں گے اور میں ان کو جواب دوں گا۔ یہ حدیث سنا کر حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا: اے میرے بھتیجو! (عربی محاورے میں چھوٹے کو بطور شفقت بھتیجا کہہ دیتے ہیں۔ اگرچہ اس سے کوئی رشتہ داری نہ ہو) اگر تم ان کو دیکھو تو ان سے کہنا کہ ابوہریرہؓ نے آپ کو سلام کہا ہے۔ یاد رہے! مدینہ طیبہ اور مقام بدر کے درمیان ایک مقام جو مدینہ منورہ سے چھ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ اسے ’’فج اور صرف الروحاء‘‘ بھی کہتے ہیں: مرزا غلام احمد قادیانی کو زندگی بھر یہ سعادت نصیب نہ ہوئی۔

’’فعلیه اللعنة إلى يوم الدين۔‘‘

دجال کو تو صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی قتل کریں گے:

حدیث نمبر:-۲۵

’’عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لَمْ یُسَلَّطْ عَلٰی قَتْلِ الدَّجَّالِ اِلَّا عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ۔‘‘ (سراج المنیر،ج:۳،ص:۱۹۴)

ترجمہ:... ’’حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دجال کو قتل کرنے کی قدرت سوائے عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کے کسی (اور) کو نہیں دی گئی۔‘‘

فائدہ:- اس حدیث کو امام جلال الدین سیوطیؒ نے ’’جامع صغیر‘‘ میں نقل فرما کر اسے حسن کہا ہے اور ’’عقیدۃ اہل الاسلام‘‘ میں شیخ غماری نے اسے صحیح کہا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول، نکاح، اولاد، وفات اور مقام دفن:

حدیث نمبر:-۲۶

’’عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ عُمَرؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یَنْزِلُ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ

اِلَی الْاَرْضِ فَیَتَزَوَّجُ وَیُوْلَدُلَهٗ وَیَمْکُثُ خَمْسًا وَّاَرْبَعِیْنَ سَنَةً ثُمَّ یَمُوْتُ فَیُدْفَنُ مَعِیْ فِیْ قَبْرِیْ فَاَقُوْمُ اَنَا وَعِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ مِنْ قَبْرٍ وَّاحِدٍ بَیْنَ اَبِیْ بَکْرٍ وَ عُمَرَ.“ (مشکوٰۃ،ص:۴۸۰)

ترجمہ:... ”حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زمین پر نازل ہوں گے، شادی کریں گے اور ان کی اولاد ہوگی اور پینتالیس سال کا عرصہ ٹھہر کر وفات پائیں گے۔ پھر میرے ساتھ میرے روضۂ اطہر میں دفن ہوں گے، پس میں اور عیسیٰ علیہ السلام دونوں ایک مقبرہ سے ابوبکرؓ وعمرؓ کے درمیان اٹھیں گے۔“

فائدہ:- رسول اللہ ﷺ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں ”اَوْلَی النَّاس“ کا لفظ فرمایا ہے، یعنی آپ ﷺ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان کوئی اور نبی نہیں، دونوں کے زمانے متصل۔ اسی مناسبت سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام آپ ﷺ کی اُمت میں تشریف لائیں گے اور دفن بھی آپ ﷺ کے پاس ہی آکر ہوں گے۔ خلاصہ یہ کہ زمانی، مکانی اور موت کی یہ خصوصیات ان کے سوا کسی اور نبی کو میسر نہیں آئیں۔

حدیث نمبر:-۲۷

”عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ سَلَامٍؓ قَالَ: مَکْتُوْبٌ فِی التَّوْرَاةِ: صِفَةُ مُحَمَّدٍ وَعِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ یُدْفَنُ مَعَهٗ.“

(درمنثور، ج:۲،ص:۲۴۵)

ترجمہ:... ”حضرت عبداللہ بن سلامؓ بیان فرماتے تھے کہ تورات میں حضرت محمد ﷺ کی صفات میں سے ایک صفت یہ بھی لکھی ہوئی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام آپ کے پاس دفن ہوں گے۔“

فائدہ:- درمنثور میں حضرت عبداللہ بن سلامؓ سے یہ الفاظ بھی منقول ہیں: ”یُدْفَنُ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَصَاحِبَیْهِ فَیَکُوْنُ قَبْرُهٗ رَابِعًا“ ... کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آکر رسول اللہ ﷺ اور آپ کے دو جاں نثار حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے پاس دفن ہوں گے اور اس لحاظ سے ان کی قبر چوتھی ہوگی...۔

(جاری ہے)

ختم نبوت کانفرنس ماڑی خان خیل، مانسہرہ

مانسہرہ (مولانا شفیق الرحمٰن) عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام مرکزی جامع مسجد ماڑی خان خیل مانسہرہ میں ۱۶/مارچ ۲۰۲۱ء بروز منگل بعد نماز مغرب فقید المثال ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوئی، جس میں لاہور سے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے علماء کرام مولانا عزیز الرحمٰن ثانی، مولانا خالد محمود، مولانا محمد قاسم گجر، پیر رضوان نفیس تشریف لائے۔ کانفرنس میں علاقہ کے علماء کرام وحفاظ، ائمہ مساجد اور ختم نبوت کے پروانے شریک ہوئے۔ ضلع مانسہرہ کے امیر مولانا مفتی وقار الحق عثمان خطیب جامع مسجد مانسہرہ اور مولانا محمد اسرائیل گڑنگی بھی رونق افروز تھے۔ تلاوت قرآن مجید مولانا قاری آفتاب فاضل جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک نے کی اور نعت رسول مقبول سے مولانا محمد قاسم گجر نے محفل کو گرمایا۔ کانفرنس میں مولانا محمد اسرائیل گڑنگی اور مولانا خالد محمود نے عقیدۂ ختم نبوت کی اہمیت پر بیان کیا۔ اس دوران ”ختم نبوت زندہ باد“ کے پُرجوش نعرے بلند ہوتے رہے۔ آخر میں مولانا عزیز الرحمٰن ثانی نے اپنے بیان میں کہا کہ ختم نبوت کا کام حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا باعث ہے۔ قرآن مجید کی ۱۱۰ آیات اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دو سے زائد احادیث میں ختم نبوت کا تذکرہ ملتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ آقائے نامدار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ۲۷ غزوات اور ۵۷ سرایا میں صرف ۲۵۹ صحابہ کرام شہید ہوئے، لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد خلیفہ اول بلافصل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی دو سالہ خلافت میں جب جھوٹے مدعی نبوت یمامہ کے مسیلمہ کذاب کے خلاف لشکر کشی ہوئی تو اس جنگ میں بارہ سو صحابہ کرامؓ وتابعینؒ شہید ہوئے، جن میں ۷۰۰ حافظ قرآن بھی شہید ہوئے۔ ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جب ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا کہ آسمان کے تاروں کی تعداد کے برابر بھی کسی کی نیکیاں ہیں؟ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت عمرؓ کی ہیں۔ حضرت عائشہؓ نے سیّدنا ابوبکر صدیقؓ کے بارے میں پوچھا تو فرمایا: ان کی نیکیاں ان سے بہت زیادہ ہیں، ایک بار حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت ابوبکرؓ سے کہا کہ آپ میری ساری عمر کی نیکیاں لے لیں اور غار ثور کا ایک دن رات مجھے دے دیں، جب آپؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کی حفاظت کی تھی۔ مولانا صاحب نے کہا کہ ختم نبوت کا کام کرنے والے کو اس کا اجر بھی ہمیشہ زیادہ ملتا ہے کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کی حفاظت کرتا ہے۔ کانفرنس کے آخر میں اسٹیج سیکریٹری مولانا مفتی عبدالواحد نے سب شرکاء کا شکریہ ادا کیا اور پیر رضوان نفیس کی دعا سے یہ مبارک مجلس اختتام پذیر ہوئی۔

خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی

سیرتِ پاک کے چند روشن ابواب

حافظ محمود راجا، سجاول

قسط:۱۳

حضرت علیؓ نے اپنے ایک شاگرد سے فرمایا: میں تمہیں اپنا اور فاطمہؓ کا جو کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے لاڈلی بیٹی تھیں کا قصہ سناؤں؟ شاگرد نے کہا ضرور! فرمایا کہ وہ اپنے ہاتھ سے چکی پیستی تھیں، جس کی وجہ سے ہاتھ میں نشانات پڑ گئے تھے اور خود پانی کی مشک بھر کر لاتی تھیں، جس کی وجہ سے سینہ پر مشک کی رسی کے نشان پڑ گئے تھے اور گھر کی جھاڑو وغیرہ بھی خود ہی دیتی تھیں، جس کی وجہ سے تمام کپڑے میلے کچیلے رہتے تھے، ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ غلام باندیاں آئیں، میں نے فاطمہؓ سے کہا کہ تم بھی جا کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک خدمت گار باندی مانگ لو، تاکہ تم کو کچھ مدد مل جائے، وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں، وہاں مجمع تھا اور شرم مزاج میں بہت زیادہ تھی، اس لئے شرم کی وجہ سے سب کے سامنے باپ سے مانگتے ہوئے بھی شرم آئی، واپس آ گئیں، دوسرے دن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خود تشریف لائے، ارشاد فرمایا کہ فاطمہ کل تم کس کام کے لئے گئی تھیں؟ وہ شرم کی وجہ سے چپ ہو گئیں، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ان کی حالت یہ ہے کہ چکی کی وجہ سے ہاتھوں میں گٹے پڑ گئے اور مشک کی وجہ سے سینہ پر رسی کے نشان ہو گئے، ہر وقت کے کام کاج کی وجہ سے کپڑے میلے رہتے ہیں، میں نے ان سے کل کہا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس خادم آئے ہیں، ایک یہ بھی مانگ لیں اس لئے گئی تھیں، بعض روایات میں آیا ہے کہ حضرت فاطمہؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! میرے اور علیؓ کے پاس ایک ہی بستر ہے وہ بھی مینڈھے کی ایک کھال ہے، رات کو اس کو بچھا کر سو جاتے ہیں، صبح کو اس پر گھاس دانہ ڈال کر اونٹ کو کھلاتے ہیں، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بیٹی صبر کر، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی بیوی کے پاس دس برس تک ایک ہی بچھونا (بستر) تھا، وہ بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کا چوغہ تھا، رات کو اس کو بچھا کر سو جایا کرتے تھے، تو تقویٰ حاصل کر اور اللہ تعالیٰ سے ڈر اور اپنے پروردگار کا فریضہ ادا کرتی رہ اور گھر کے کام کو انجام دیتی رہ اور جب سونے کے واسطے لیٹا کرے تو سبحان اللہ ۳۳ مرتبہ، الحمدللہ ۳۳ مرتبہ اور اللہ اکبر ۳۴ مرتبہ پڑھ لیا کر، یہ خادم سے زیادہ اچھی چیز ہے۔ حضرت فاطمہؓ نے عرض کیا کہ میں اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول سے راضی ہوں۔

حضرت عائشہؓ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو جتنی محبت تھی وہ کسی سے مخفی نہیں حتیٰ کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے پوچھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ محبت کس سے ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عائشہؓ سے، آپؓ مسائل سے اتنی زیادہ واقف تھیں کہ بڑے بڑے صحابہ کرام مسائل کی تحقیق کے لئے آپؓ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے، حضرت جبریلؑ ان کو سلام کرتے تھے، جنت میں بھی حضرت عائشہؓ کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی ہونے کی بشارت دی گئی ہے، منافقوں نے آپؓ پر جھوٹی تہمت لگائی تو قرآن شریف میں آپؓ کی برأت نازل ہوئی، خود حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ دس خصوصیات مجھ میں ایسی ہیں کہ کوئی دوسری زوجہ ان میں شریک نہیں، ابن سعدؒ نے ان کو مفصل نقل کیا ہے، لیکن ان سب کے باوجود اللہ تعالیٰ کے خوف کا یہ حال تھا، فرمایا کرتیں کہ کاش! میں درخت ہی ہو جاتی کہ تسبیح کرتی رہتی اور کوئی آخرت کا مطالبہ مجھ سے نہ ہوتا، کاش! میں پتھر ہوتی، کاش! میں مٹی کا ڈلہ ہوتی، کاش! میں پیدا ہی نہ ہوتی، کاش! میں درخت کا پتہ ہوتی، کاش! میں کوئی گھاس ہوتی۔ (ابن سعد)

ام المومنین حضرت ام حبیبہؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے عبداللہ بن جحش کے نکاح میں تھیں، دونوں خاوند اور بیوی ساتھ ہی مسلمان ہوئے اور حبشہ کی ہجرت بھی اکٹھے ہی کی۔ وہاں جا کر خاوند مرگیا، اور اسی حالت ارتداد میں انتقال ہوا، حضرت ام حبیبہؓ نے یہ بیوگی کا زمانہ حبشہ ہی

میں گزارا، حضوراقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے وہیں نکاح کا پیغام بھیجا اور حبشہ کے بادشاہ کی معرفت نکاح ہوا، نکاح کے بعد مدینہ طیبہ تشریف لائیں، صلح کے زمانہ میں ان کے والد ابوسفیان مدینہ طیبہ آئے، حضوراقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے صلح کی مضبوطی کے لئے گفتگو کرنا تھی، بیٹی سے ملنے گئے وہاں بستر بچھا ہوا تھا، اس پر بیٹھنے لگے تو حضرت ام حبیبہؓ نے وہ بستر الٹ دیا۔ باپ کو تعجب ہوا کہ بجائے بستر بچھانے کے، اس بچھے ہوئے بستر کو بھی الٹ دیا پوچھا کہ یہ بسترہ میرے قابل نہیں تھا، اس لئے لپیٹ دیا یا میں بسترہ کے قابل نہیں تھا؟ حضرت ام حبیبہؓ نے فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کے پاک اور پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا بسترہ ہے اور تم بوجہ مشرک ہونے کے ناپاک ہو، اس پر کیسے بٹھا سکتی ہوں، باپ کو اس بات سے بہت رنج ہوا، مگر امّ حبیبہؓ کے دل میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی جو عظمت تھی، اس کے لحاظ سے وہ کب اس بات کو گوارا کر سکتی تھیں کہ کوئی ناپاک مشرک، چاہے باپ ہو یا غیر ہو، حضوراقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بسترہ پر بیٹھے، ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے چاشت کی بارہ رکعتوں کی فضیلت سنی تو ہمیشہ ان کو پابندی سے نبھایا، ان کے والد ابوسفیان بعد میں مسلمان ہوگئے تھے، جب ان کا انتقال ہوا تو تیسرے دن خوشبو منگوائی اور اس کو استعمال کیا، اور فرمایا کہ مجھے نہ تو خوشبو سے رغبت نہ اس کی ضرورت، مگر میں نے حضوراقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ عورت کو جائز نہیں کہ خاوند کے علاوہ کسی پر تین دن سے زیادہ سوگ کرے ہاں خاوند کے لئے چار مہینہ دس دن ہے، اس لئے خوشبو کو استعمال کیا، کہ اب سوگ نہ سمجھا جائے، جب خود اپنے انتقال کا وقت ہوا، تو حضرت عائشہؓ کو بلایا اور ان سے کہا کہ میرا تمہارا معاملہ سوکن کا تھا اور سوکنوں کا آپس میں کسی نہ کسی بات پر تھوڑی بہت رنجش ہو ہی جاتی ہے اللہ تعالیٰ مجھے بھی معاف فرماویں اور تمہیں بھی، حضرت عائشہؓ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ تمہیں سب معاف فرمائے اور درگزر فرمائے، یہ سن کر کہنے لگیں کہ تم نے اس وقت مجھے بہت ہی خوشی پہنچائی، اللہ تعالیٰ تمہیں بھی خوش و خرم رکھے، اس کے بعد اسی طرح ام سلمہؓ کے پاس بھی اسی طرح آدمی بھیجا۔ (طبقات)

احد کی لڑائی میں جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور یا سر مبارک میں خود کے دو حلقے گھس گئے تھے تو حضرت ابوبکرؓ دوڑے ہوئے آئے، اور دوسرے جانب سے ابوعبیدہؓ دوڑے اور آگے بڑھ کر خود کے حلقے دانت سے کھینچنے شروع کئے، ایک حلقہ نکالا جس سے ایک دانت حضرت ابوعبیدہؓ کا ٹوٹ گیا اس کی پرواہ نہ کی، دوسرا حلقہ کھینچا، دوسرا دانت بھی ٹوٹا لیکن حلقہ وہ بھی کھینچ ہی لیا، ان حلقوں کے نکلنے سے حضوراقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک جسم سے پاک خون نکلنے لگا، تو حضرت ابوسعید خدریؓ کے والد ماجد مالکؓ بن سنان نے اپنے لبوں سے اس خون کو چوس لیا اور نگل لیا، حضوراقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس کے خون میں میرا خون ملا ہے، اس کو جہنم کی آگ نہیں چھوسکتی۔ (قرۃ العیون)

حضرت زیدؓ بن حارثؓ زمانہ جاہلیت میں اپنی والدہ کے ساتھ ننھیال جا رہے تھے، بنوقیس نے قافلہ کو لوٹا جس میں زید بھی تھے ان کو مکہ کے بازار میں لا کر بیچا۔ حکیم بن حزام نے اپنی پھوپھی خدیجہؓ کے لئے ان کو خرید لیا، جب حضوراقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح حضرت خدیجہؓ سے ہوا تو انہوں نے زیدؓ کو حضوراقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہدیہ کے طور پر پیش کر دیا، زیدؓ کے والد کو ان کے فراق کا بہت صدمہ تھا، اور ہونا ہی چاہئے تھا کہ اولاد کی محبت فطری چیز ہے، وہ زید کے فراق میں روتے اور اشعار پڑھتے پھرا کرتے تھے۔ اتفاق سے ان کی قوم کے چند لوگوں کا حج کو جانا ہوا اور انہوں نے زیدؓ کو پہچانا، باپ کا حال سنایا، شعر سنائے، ان کی یاد و فراق کی داستان سنائی، حضرت زیدؓ نے ان کے ہاتھ تین شعر کہہ کر بھیجے، جن کا مطلب یہ تھا کہ میں یہاں مکہ میں ہوں، خیریت سے ہوں، تم غم اور صدمہ نہ کرو، میں بڑے کریم لوگوں کی غلامی میں ہوں، ان لوگوں نے جا کر زیدؓ کی خیر و خبر ان کے باپ کو سنائی، اور وہ اشعار سنائے جو کہ زیدؓ نے کہہ کر بھیجے تھے اور پتہ بتایا، زیدؓ کے باپ اور چچا فدیہ کی رقم لے کر ان کو غلامی سے چھڑانے کی نیت سے مکہ مکرمہ پہنچے، تحقیق کی پتہ چلایا، حضوراقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے، اور عرض کیا کہ: اے ہاشم کی اولاد اور اپنی قوم کے سردار، تم لوگ حرم کے رہنے والے ہو، اللہ کے گھر کے پڑوسی، تم خود قیدیوں کو رہا کراتے ہو، بھوکوں کو کھانا کھلاتے ہو، ہم اپنے بیٹے کی طلب میں تمہارے پاس پہنچے ہیں، ہم پر احسان کرو اور کرم فرماؤ، اور فدیہ قبول کر لو اور اس کو رہا کر دو بلکہ جو فدیہ ہو اس سے زیادہ لے لو، حضوراقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا بات ہے، انہوں نے عرض کیا کہ ہم لوگ زید کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم

سے طلب کرنے آئے ہیں، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بس اتنی سی بات ہے، عرض کیا کہ حضور بس یہی عرض ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو بلا لیتے ہیں اور پوچھ لیتے ہیں اگر وہ تمہارے ساتھ جانا چاہے تو بغیر فدیہ کے وہ تمہارے نذر ہے اور اگر وہ نہ جانا چاہے تو میں ایسے آدمی پر جبر نہیں کرسکتا، جو خود نہیں جانا چاہے، انہوں نے عرض کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے استحقاق سے بھی زیادہ احسان فرمایا، یہ بات خوشی سے منظور ہے، حضرت زیدؓ کو بلایا گیا، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم ان کو پہچانتے ہو؟ عرض کیا کہ جی ہاں! پہچانتا ہوں، یہ میرے باپ ہیں اور یہ میرے چچا، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرا حال بھی تمہیں معلوم ہے، اب تمہیں اختیار ہے کہ میرے پاس رہنا چاہو تو میرے پاس رہو، ان کے ساتھ جانا چاہو تو بھی اجازت ہے، حضرت زیدؓ نے عرض کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے میں بھلا کس کو پسند کرسکتا ہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے لئے باپ کی جگہ بھی ہیں اور چچا کی جگہ بھی، ان دونوں باپ اور چچا نے کہا کہ زید یہ عجیب بات ہے کہ تم غلامی کو آزادی پر ترجیح دیتے ہو اور باپ چچا اور سب گھر والوں کے مقابلے میں غلام رہنے کو پسند کرتے ہو؟ زیدؓ نے کہا کہ ہاں! میں ان میں (حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ کرکے) ایسی بات دیکھی ہے، جس کے مقابلے میں کسی چیز کو بھی پسند نہیں کرسکتا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جب زیدؓ کا یہ جواب سنا تو ان کو گود میں لے لیا اور فرمایا کہ میں نے ان کو اپنا بیٹا بنالیا ہے، زیدؓ کے باپ اور چچا یہ منظر دیکھ کر نہایت خوش ہوئے اور خوشی سے ان کو چھوڑ کر چلے گئے۔

احد کی لڑائی میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ سعد بن ربیعؓ کا حال معلوم نہیں ہوا کہ کیا گزری؟ ایک صحابی کو تلاش کرنے کو بھیجا، وہ شہداء کی جماعت میں تلاش کر رہے تھے آوازیں بھی دے رہے تھے، شاید وہ زندہ ہوں، پھر پکار کر کہا کہ مجھے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا ہے کہ سعد بن ربیع کی خبر لاؤں، تو ایک جگہ سے بہت ضعیف سی آواز آئی، یہ اس طرف بڑھے، جا کر دیکھا کہ سات مقتولین کے درمیان پڑے ہوئے ہیں اور ایک آدھ سانس باقی ہے، جب یہ قریب پہنچے تو حضرت سعدؓ نے کہا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو میرا سلام عرض کر دینا اور کہہ دینا، اللہ تعالیٰ میری جانب سے آپ کو اس سے بہتر اور افضل بدلہ عطا فرمائیں جو کہ کسی نبی کو اس کے امتی کی طرف سے بہتر سے بہتر عطا کیا ہو اور مسلمانوں کو میرا پیغام پہنچا دینا کہ اگر کافر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ گئے اور تم میں سے اگر کوئی ایک آنکھ بھی چمکتی ہوئی ہے یعنی وہ زندہ رہا تو اللہ تعالیٰ کے یہاں کوئی عذر بھی تمہارا نہ چلے گا اور یہ کہہ کر جان بحق ہوگئے۔ فَجَزَاهُ اللّٰهُ عَنَّا اَفْضَلُ مَاجَزٰی صَحَابِیاً عَنْ اُمَّتِ نَبِیِّہٖ۔

(جاری ہے)

بقیہ:......غزوۂ بدر! حق وباطل کا پہلا معرکہ

اسی طرح جنگ کا آغاز ہوا۔ حضرت عبیدہؓ کو زخمی حالت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا گیا، ان کا پیر کٹ گیا تھا اور خون بہہ رہا تھا۔ حضرت عبیدہؓ نے پوچھا: ''یارسول اللہ! اگر میری موت واقع ہوجائے تو کیا میں شہید ہوں۔'' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہاں! اس پر حضرت عبیدہؓ نے جذباتی ہوکر فرمایا: ''اے کاش! آج ابوطالب زندہ ہوتے اور ہم کو دیکھتے کہ کس طرح ہم آپ پر جان نچھاور کررہے ہیں۔'' پھر عرض کی حضور! میرے ماں، باپ قربان، گواہ رہنا میری زندگی میں کوئی دشمن آپ کی طرف نہیں بڑھا اور اپنی موت کے بعد اس قرض سے بری الذمہ ہوں، جب گھمسان کی جنگ ہورہی تھی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مٹھی ریت کی مشرکین کی طرف پھینکی اور یہ فرمایا: ''شاھت الوجوہ، اللّٰھم ارعب قلوبھم وزلزل اقدامھم ''اسلام کے جاں نثاروں نے بڑے بڑے بہادروں کو جہنم رسید کردیا، دو کم عمر مجاہدین حضرت معاذؓ اور حضرت معوذؓ نے لشکر کفار کے سردار ابوجہل کو ذلت کے ساتھ جہنم واصل کیا۔ حضرت عمیر بن حمامؓ کھجوریں کھا رہے تھے، کہنے لگے کہ اگر میں کھجوریں کھاتا رہا تو بہت دیر ہوجائے گی، میرے درمیان اور جنت کے درمیان صرف شہادت کا فاصلہ ہے، یہ کہہ کر کھجوریں پھینک دیں اور تلوار لے کر دشمن پر حملہ آور ہوئے لڑتے لڑتے شہید ہوگئے۔

ابوجہل کے قتل کے بعد مشرکین کے حوصلے پست ہوگئے اور وہ جان بچانے کے لئے بھاگ کھڑے ہوئے۔ اس لڑائی میں ستر کفار قتل ہوئے جن میں مکہ کے بڑے بڑے سردار شامل تھے اور ستر ہی گرفتار کر لئے گئے، جب کہ مسلمانوں کی طرف سے صرف ۱۴ اصحابہ کرامؓ نے جام شہادت نوش فرمایا، جن میں چھ مہاجر اور آٹھ انصار تھے۔ ☆☆

مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی کے

دعوتی و تبلیغی اسفار

۱۲ر فروری کا خطبہ جمعہ: عزیزی نعمان شہزاد کی وفات کی خبر سننے کے بعد چار پانچ روز شجاع آباد گزار کر ۱۱ر فروری کو شجاع آباد سے سفر کرکے گوجرانوالہ پہنچے۔ رات کا آرام و قیام دفتر ختم نبوت ککنی ولا ہاشمی کالونی میں رہا۔ صبح کا درس بھی اپنے ہی مرکز کی مسجد میں ہوا۔ دس بجے قبل از دوپہر گوجرانوالہ سے پسرور کا سفر کیا۔ جہاں مولانا قاری غلام فرید اعوانؒ کی قائم کردہ مسجد جامع مسجد ختم نبوت مدرسہ حیات القرآن میں جمعۃ المبارک کا خطبہ ہوا۔

ختم نبوت کورس میں شرکت: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پسرور کے زیر اہتمام ۱۲ تا ۱۴ر فروری کو ختم نبوت کورس کا اہتمام کیا گیا، جس کا دورانیہ مغرب سے عشاء تھا۔ ۱۲ر فروری کو راقم نے ’’اوصاف نبوت‘‘ کے عنوان پر لیکچر دیا اور لیکچر کے آخر میں سوال و جواب کی نشست منعقد ہوئی، جس میں احباب کے تحریری سوالات کے جوابات دیئے۔

۱۳ر فروری کو گوجرانوالہ کے معروف عالم دین حضرت مولانا قاضی حمید اللہ خانؒ کے جانشین حضرت مولانا مفتی محمد داؤد احمد مدظلہ شیخ الحدیث جامعہ مظاہر العلوم گوجرانوالہ نے ’’عقیدۂ ختم نبوت اور ہماری ذمہ داری‘‘ کے عنوان پر فاضلانہ خطاب فرمایا۔

۱۴ر فروری کو کاموکی گوجرانوالہ کی مرکزی مسجد فاروق اعظم کے خطیب مولانا عبدالواحد رسولنگری نے ’’حیات عیسیٰ علیہ السلام‘‘ کے عنوان لیکچر دیا اور آخر میں سوالات کے جوابات دیئے۔

مدرسہ حیات القرآن کے بانی مولانا قاری غلام فرید اعوانؒ تھے، جو بنیادی طور پر پنجاب کے مردم خیز علاقہ اٹک کے رہنے والے تھے اور جو مولانا بشیر احمد پسروریؒ کی دعوت پر شاہی مسجد پسرور میں امام کی حیثیت سے تشریف لائے۔ آٹھ سال شاہی مسجد میں امام رہے اور شاہی مسجد میں باقاعدہ مدرسہ کا آغاز کیا، بعدازاں علیحدہ مسجد ’’جامع مسجد ختم نبوت‘‘ کے عنوان سے قائم کی اور حیات القرآن کے نام پر حفظ و ناظرہ تجوید و قرأت کی درسگاہ قائم کی اور تا حیات ۱۱ر شوال المکرم ۱۴۳۹ھ مطابق ۸ر جولائی ۲۰۱۷ء تک اس کی آبیاری کرتے رہے، ان کی وفات کے بعد ان کے فرزند ارجمند مولانا محمد طیب اعوان مدظلہ نے اس مرکز کو سنبھالا اور آج تک سنبھالے ہوئے ہیں بلکہ ’’کم ترک الاولون للآخرین‘‘ کے مصداق اسے ترقی کی راہ پر گامزن کئے ہوئے ہیں۔ حضرت قاری صاحبؒ نے دوسرا مرکز نارووال روڈ پر اسی نام حیات القران کے عنوان سے ۱۹۹۰ء میں اڑھائی کنال پر قائم کیا۔ ان کے ایک اور فرزند مولانا محمد طیب سلمہ اسے سنبھالے ہوئے ہیں۔ تین روزہ کورس بھی اسی مرکز میں منعقد ہوا۔ حضرت قاری صاحبؒ کے تین بیٹے عالم اور چوتھے بیٹے قاری ہیں، جو مختلف مقامات پر دینی خدمات سرانجام دے رہے ہیں اور مولانا محمد طیب عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مقامی ناظم اعلیٰ ہیں اور جمعیت علماء اسلام کے پلیٹ فارم پر مضبوطی سے کام کررہے ہیں۔

پسرور کی ایک اور علمی شخصیت حضرت مولانا بشیر احمد پسروریؒ تھے، جو بنیادی طور پر تونسہ شریف کے علاقہ وہوا کے رہنے والے تھے۔ ۱۹۳۵ء میں شاہی مسجد کے خطیب بن کر آئے اور تاحیات اسی مرکز کو توحید و سنت کی اشاعت کا مرکز بنائے رکھا۔ موصوف نے تحریک آزادی میں جمعیت علماء ہند اور مجلس احرار اسلام کے پلیٹ فارم سے بڑی جرأت مندی اور بہادری سے حصہ لیا۔ آپ دارالعلوم دیوبند کے فاضل اور شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کے خلیفہ مجاز تھے۔ راقم کو ان کی زیارت اور خطاب سننے کی شجاع آباد میں سعادت نصیب ہوئی۔ آنجناب شاہی مسجد شجاع آباد میں خطیب پاکستان حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ کی یاد میں منعقدہ ایک جلسہ میں تشریف لائے۔ بڑے دبنگ قسم کے بہادر عالم دین تھے۔ آپ ۲۲ر دسمبر ۱۹۷۴ء کو دارفانی سے عالم جاودانی کی طرف انتقال فرماگئے۔ آپ کے بعد آپ کے فرزند ارجمند مولانا رشید احمد پسروریؒ جانشین بنائے گئے۔ پرویز مشرف کے منحوس دور میں جب ملک بھر میں علماء کرام اور مشائخ عظام کی گرفتاریاں ہوئیں تو موصوف بھی تین ماہ کے لئے نظر بند کردیئے گئے۔ تین ماہ مکمل ہونے پر ایک فارم پر دستخط کرنے کا حکم نامہ ملا کہ میرا کالعدم تنظیموں کے ساتھ کوئی تعلق

نہیں۔ کئی ایک لوگوں نے دستخط کردیے، جبکہ مولانا رشید احمد پسروریؒ نے فرمایا کہ میرا علماء دیوبند کی تمام جماعتوں کے ساتھ تعلق ہے۔حسن اتفاق کہ مولانا کا پُر فارما کہیں گم ہوگیا۔ مولانا سب سے پہلے رہا ہوئے جبکہ کالعدم تنظیموں سے اظہار برأت کرنے والے راہنما بعد میں رہا ہوئے۔

پسرور کے کورس کے اختتام پر پسرور کے ہی ایک خطیب مولانا حافظ عاشق علی نے ایک عجیب بیان فرمایا۔

شاہ جیؒ کے قتل کا منصوبہ: حافظ عاشق علی مدظلہ نے بتلایا کہ قادیانیوں نے ایک مسلمان ملک محمد نواز کو جول لالو کے رہائشی تھے، اس کے قادیانی ماموں نے شاہ جیؒ کو قتل کرنے پر اپنی بیٹی دینے کا لالچ دیا۔ ملک محمد نواز آمادہ ہوگیا، کوٹھی میاں کا کا پسرور میں جلسہ تھا۔ شاہ جیؒ نے خطبۂ مسنونہ کے بعد قرآن پاک کی تلاوت شروع کی، وہ نوجوان تلاوت کی ساعت سے اتنا متاثر ہوا کہ دل ہی دل میں اس ارادہ سے باز آنے کی نیت کرلی۔ شاہ جیؒ اس کے ارادہ کو بھانپ گئے اور اسے اپنے قریب بلاکر فرمایا: نوجوان نکال تیری جیب میں کیا ہے؟ نوجوان نے خنجر نکال کر شاہ جیؒ کے قدموں میں پھینک دیا اور شاہ جیؒ سے بغل گیر ہوگیا اور پھر ایسا گرویدہ ہوا کہ تاحیات تحریک ختم نبوت کا مجاہد بن گیا۔ اسی ماموں کو جو بڑی جائیداد کا مالک تھا، اسے مسلمانوں کے قبرستان مین دفن نہ ہونے دیا اور اسی کی کوشش و کاوش سے قادیانیوں کا قبرستان علیحدہ ہوگیا۔

امیر شریعتؒ کے خطاب کی برکت: حافظ عاشق علی فرماتے ہیں کہ ۱۹۳۵ء میں حضرت امیر شریعتؒ نے گلہ مہاراں نزد ہلووال تحصیل وضلع نارووال میں خطاب کیا۔ اس کی برکت سے قادیانیوں کی تمام تر تگ ودو کے باوجود آج تک کوئی مسلمان قادیانی نہیں ہوا، الحمدللہ علی ذالک۔

حاجی مستری لال دین تلونڈی بھنڈراں قادیانیت سے اتنے متنفر ہوئے کہ انہوں نے مدرسہ فیض الاسلام کے نام سے ادارہ قائم کیا اور مولانا بشیر احمد پسروریؒ کے مرید ہوگئے۔

ناسپاسی ہوگی کہ پسرور کی ایک اور شخصیت سائیں محمد حیاتؒ کا تذکرہ نہ کیا جائے۔ سائیں محمد حیاتؒ مجلس احرار اسلام، مجلس تحفظ ختم نبوت اور جمعیت علماء اسلام کے بزرگوں سے والہانہ عقیدت و محبت رکھتے تھے اور پنجابی زبان کے فی البدیہہ شاعر تھے۔ تحریک آزادی میں ان کی عظیم خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ لیلائے آزادی کے حصول کے لئے قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔

تحریک ختم نبوت ۱۹۸۴ء کے دوران راقم پسروران کی دکان پر حاضر ہوا، تعارف کرایا تو زاروقطار رونے لگ گئے کہ میرے قاضیؒ کے شہر کے عالم دین آگئے۔ دیر تک خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ کا والہانہ تذکرہ کرتے رہے۔

گوجرانوالہ کا تبلیغی دورہ

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت گوجرانوالہ کے فاضل نوجوان مبلغ مولانا محمد عارف شامی سلمہ کی دعوت پر دو روزہ دورہ پر حاضری ہوئی۔ دورہ کا آغاز جامعہ اشرف العلوم میں طلبا و اساتذہ کرام سے بیان سے ہوا۔ جامعہ کے بانی حضرت مولانا مفتی محمد خلیلؒ فاضل دیوبند تھے۔ موصوف بنیادی طور پر سرگودھا کے علاقہ اوپی کے رہنے والے تھے، آنجناب کی ولادت ۱۳۳۴ھ مطابق ۱۹۱۶ء اوپی میں حافظ علی محمدؒ کے گھر میں ہوئی، جب ہوش سنبھالا تو ابتدائی تعلیم اپنے والد محترم سے حاصل کی۔ حفظِ قرآن کے بعد چک نمبر ۱۹ شمالی میں حضرت مولانا شاہ محمدؒ سے فارسی کتب پڑھیں۔ وادی سون سکیسر کے مولانا خدا بخشؒ، بھلوال کے مولانا محمد اشرف ہزارویؒ، گجرات کے مولانا ولی اللہؒ، ملکیاں والا گجرات کے شیخ محمد عبداللہؒ اور تکمیل کالج لاہور کے مولانا نجم الدینؒ سے کریما تا حق سے مشکوٰۃ شریف تک تعلیم حاصل کی، جبکہ دورۂ حدیث کے لئے ۱۳۵۸ھ مطابق ۱۹۳۸ء دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ سے بخاری و ترمذی، مولانا محمد ابراہیم بلیاویؒ سے مسلم شریف، شیخ الادب مولانا اعزاز علیؒ سے ابوداؤد شریف، حضرت مولانا نافع گلؒ سے ابن ماجہ، مولانا ریاض الدینؒ سے نسائی شریف، مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ سے طحاوی شریف اور موطا امام مالک، موطا امام محمدؒ پڑھیں، مولانا قاری عتیق الرحمنؒ سے قرأۃ کی مشق کی۔

فراغت کے بعد ۱۳۵۹ھ مطابق ۱۹۴۰ء مولانا عبیداللہ اشرفی سابق مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور کی رفاقت میں دیوبند سے امرتسر پہنچے اور اپنے شیخ حضرت مولانا مفتی محمد حسن امرتسریؒ کی خدمت میں حاضری دی۔ مدرسہ عزیزیہ بھیرہ میں دو سال اور فیروز پور چھاؤنی اپنے شیخ حضرت مولانا مفتی محمد حسن امرتسریؒ کے حکم پر تدریس کے فرائض سرانجام دیے۔ حالات ناموافق ہونے کی

وجہ سے گوجرانوالہ تشریف لائے۔ تلمیذ سیّد انور شاہؒ، مولانا محمد چراغؒ کے جامعہ عربیہ گوجرانوالہ میں نو سال تدریس کی۔

۱۹۵۲ء اپنے شیخ کے حکم سے گوجرانوالہ میں مدرسہ اشرف العلوم کی بنیاد رکھی، جو مختلف مقامات پر قائم رہا۔ ہمارے حضرت حافظ محمد یوسف عثمانی مدظلہ کے والد محترم سے انہیں محلّہ باغبانپورہ حافظ آباد روڈ پر چار کنال زمین دی اور ۱۹۵۳ء میں مدرسہ کی بنیاد رکھی۔

اصلاحی تعلق: حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے خلیفہ ارشد مولانا مفتی محمد حسن امرتسریؒ بانی جامعہ اشرفیہ لاہور سے شروع کیا اور مجاز ہوئے۔

اپنے اساتذہ اور دارالعلوم دیوبند کے ذوق کے مطابق فتنوں کے مقابلہ میں سینہ سپر ہوگئے۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں حصہ لیا اور گرفتار ہوکر قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ قادیانیت کے خلاف تحریر و تقریر کے ذریعہ جہاد فرماتے رہے۔ اللہ پاک نے آپ کو چار صاحبزادے اور چھ بیٹیاں عطا فرمائیں۔ آپ صبر و رضا، زہد و قناعت کا پیکر تھے۔ اتباع سنت و شریعت، حق گوئی و بے باکی، تواضع و انکساری، آپ کی طبیعت ثانیہ بن گئیں۔

آپ کی خواہش تھی کہ آپ کو مدینہ طیبہ میں تدفین نصیب ہو۔ چنانچہ ۱۹۸۲ء میں عمرہ کی نیت سے حرمین شریفین کا سفر فرمایا اور اس سفر عمرہ سے بہت خوش تھے۔ چنانچہ عمرہ کیا، عمرہ کی ادائیگی کے بعد ہر روز تین طواف فرماتے اشراق پڑھنے کے بعد دیر تک مقام ابراہیم پر تشریف فرما رہتے اور اسم ذات کا ہلکی آواز سے ذکر فرماتے۔ نیز تمام نمازیں حرم شریف میں جماعت کے ساتھ ادا فرماتے۔ ۲۵/اپریل ۱۹۸۲ء کو علیل ہوئے۔ ۲۵ تا ۲۹/اپریل گھر پر علاج ہوتا رہا، لیکن مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔ ۳۰/اپریل کو سیب کی ایک دو قاشیں تناول فرمائیں اور آب زمزم نوش فرمایا اور رحلت فرما عالم جاودانی ہوئے اور آپ کی نماز جنازہ حرم کعبہ میں ادا کی گئی اور جنت المعلّٰی میں تدفین ہوئی۔ آپ کی وفات کے بعد آپ کے فرزند ارجمند مولانا نعیم اللہ کو آپ کا جانشین اور مدرسہ اشرف العلوم کا مہتمم بنایا گیا۔

۱۴/فروری کو ساڑھے دس بجے سے سوا گیارہ بجے تک مدرسہ کے اساتذہ اور طلبا سے خطاب کا موقع ملا اور طلبا کو جناب نگر کورس میں شرکت کی دعوت دی دو درجن کے قریب طلبا نے شرکت کا وعدہ کیا اور نام لکھوائے۔

جامعہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ: اہلِ حق کا قدیم مرکز ہے، جس کے بانی مفسر القرآن حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتیؒ فاضل دیوبند تھے۔ حضرت صوفی صاحبؒ کے برادر اکبر امام اہلسنت حضرت مولانا سرفراز خان صفدرؒ درس حدیث دیتے رہے۔ ہزاروں علماء کرام نے ان سے حدیث کا سبق لیا اور پوری دنیا میں دین کی خدمت کررہے ہیں۔

حضرت صوفی صاحبؒ کے بعد ان کے فرزند اکبر حضرت مولانا فیاض خان سواتی مدظلہ نے اہتمام کا قلمدان سنبھالا جبکہ موخرالذکر کے فرزند اکبر حضرت مولانا زاہدالراشدی مدظلہ شیخ الحدیث کے منصب پر فائز ہیں۔ ضلع گوجرانوالہ کے مبلغ مولانا محمد عارف شامی سلمہ کی معرفت ۱۴/فروری بارہ سے ایک بجے تک بیان کی سعادت نصیب ہوئی، چالیس طلبا نے کورس میں شرکت کے لئے نام لکھوائے۔

دارالعلوم گوجرانوالہ میں بیان: دارالعلوم کی بنیاد مولانا مفتی محمد اویسؒ نے رکھی۔ موصوف گوٹھ بسی سانگھڑ سندھ کے رہنے والے تھے۔ انہوں نے ۲۰۰۱ء میں سات ایکڑ زمین پر دارالعلوم کی بنیاد رکھی۔ آپ جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی کے فاضل تھے، جبکہ اولیٰ سے سابعہ تک دارالعلوم الحسینیہ شہداد پور سندھ سے کتب پڑھیں، قرأت امام القراء حضرت مولانا قاری رحیم بخش پانی پتیؒ کے فرزند اکبر حضرت مولانا قاری محمد عبداللہ رحیمیؒ سے پڑھی۔ مدرسہ میں وسیع و عریض مسجد ۱۶۰ فٹ لمبائی ۱۰۰ فٹ چوڑائی تعمیر کی۔ مسجد کا برآمدہ ۱۶۰ فٹ لمبا ۲۰ فٹ چوڑا ہے۔ دارالعلوم میں دورۂ حدیث شریف میں ۱۳ طلبا زیر تعلیم ہیں۔ طلبا کی مجموعی تعداد ۲۰۰ ہے، جو سترہ اساتذہ کرام کی نگرانی میں تعلیم حاصل کررہے ہیں۔ مفتی صاحب نے ۱۶/اکتوبر ۲۰۱۳ء کو وفات پائی۔ پسماندگان میں بیوہ کے علاوہ ۶ بیٹے سوگوار چھوڑے، جن میں سے دو عالم ہیں۔ تیسرا زیر تعلیم ہے۔ ان کی وفات کے بعد ان کے فرزند ارجمند مولانا مفتی محمد ادریس مدظلہ کو مہتمم اور شیخ الحدیث بنایا گیا۔ ۱۵/فروری عصر کی نماز کے بعد بیان ہوا، اور مولانا محمد عارف شامی سلمہ کی معیت حاصل رہی۔

مارے وائیں کاموکی میں ختم نبوت کانفرنس: مارے وائیں، کاموکی سے پانچ سات کلومیٹر کے فاصلے پر ایک چک ہے۔ وہاں کے احباب جناب محمد طیب نے امام و خطیب کے تعاون سے ۱۵/فروری کو عشاء کے بعد ختم نبوت کانفرنس تجویز کی، جس کی صدارت کاموکی کے

امیر رانا ذوالفقار علی نے کی۔ تلاوت ونعت کے بعد مولانا محمد عارف شامی نے مختصر بیان کرکے راقم کو خطاب کی دعوت دی اور عنوان رکھا ''امام مہدی علیہ الرضوان کا ظہور اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول، دجال کا خروج'' راقم نے عرض کیا کہ قیامت کی بعض علامات بعیدہ ہیں اور بعض علامات قریبہ ہیں، جو قیامت کے قائم ہونے سے بالکل پہلے اور متصل ہوں گی ان علامات میں سے مذکورہ بالا تین علامات ہیں۔ نیز مرزا قادیانی کے دعویٰ مہدویت ومسیحیت کا تقابل بیان کرتے ہوئے کہا کہ چونکہ مرزا قادیانی میں مہدی اور مسیح کی ایک علامت بھی نہیں پائی جاتی۔ لہٰذا اس کا دعویٰ مہدویت اور مسیحیت جھوٹا ثابت ہوا، جب وہ ایک دعویٰ میں جھوٹا ثابت ہوا تو اس کے دوسرے دعاوی کا کوئی اعتبار نہیں رہتا۔

راقم نے سامعین سے قادیانی مصنوعات کے بائیکاٹ کا مطالبہ کیا، سامعین نے قادیانی مصنوعات کے بائیکاٹ کا عہد کیا۔ رات کا آرام وقیام کامونکی کے تبلیغی ساتھی محمد عاطف راجپوت کے ہاں رہا۔ اگلے دن صبح کی نماز کے بعد جامع مسجد اویسیہ کامونکی میں درس ہوا۔ درس کے بعد مولانا محمد عارف شامی گوجرانوالہ کے لئے اور راقم نے نوشہرہ کا عزم کیا۔

لاہور کا تبلیغی دورہ: مولانا عزیزالرحمٰن ثانی عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے شعبۂ نشرواشاعت کے مرکزی ناظم اور متحرک عالم دین اور مبلغ ہیں۔ ان کے لاہور کے مبلغ بننے کے بعد ہر سال لاہور میں مرکزی کانفرنس منعقد ہوتی ہے۔ امسال ۱۳؍مارچ ۲۰۲۱ء آئیڈیل کرکٹ گراؤنڈ ٹاؤن شپ میں کانفرنس کا اعلان کیا گیا ہے۔ کانفرنس اور جناب نگر کورس کی تشہیر کے لئے دو دن ۱۹، ۲۰؍فروری کو لاہور آنا ہوا۔

جامع مسجد توحید میں خطبۂ جمعہ: جامع مسجد توحید مدرسہ مخزن العلوم ٹاؤن شپ لاہور کے بانی مولانا محمد منیر لاہوریؒ تھے۔ ان کے بعد مولانا حافظ عبدالرحمٰن شاہ جمالیؒ جو شاہ جمال ضلع مظفر گڑھ کے بلوچ فیملی سے تعلق رکھتے تھے۔ ایک عرصہ تک اوکاڑہ کے چوک میں خطیب و امام رہے۔ مناظر اسلام حضرت مولانا محمد امین اوکاڑویؒ کے ساتھ مل کر قادیانیت، عیسائیت اور دوسرے مذاہب ومسالک پر تیاری کی۔ اوکاڑہ سے لاہور ٹاؤن شپ کی جامع مسجد توحید کے امام وخطیب اور مدرسہ مخزن العلوم کے مہتمم رہے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اور راقم الحروف سے بہت محبت فرماتے تھے۔ راقم ۱۹۹۰ء سے ۲۰۰۰ء تک لاہور میں مبلغ رہا تو سال میں دو تین مرتبہ جمعہ میں اور کئی مرتبہ درس کے لئے بلا لیتے۔ ان کے ایک فرزند ارجمند شیعہ، سنی تناظر میں شہید کردیئے گئے۔ راقم تعزیت کے لئے حاضر ہوا تو فرمانے لگے: آپ مجھے تعزیت نہیں مبارک دیں کہ میرا بیٹا ناموس صحابہ کرامؓ پر قربان ہوا۔ مدرسہ مخزن العلوم میں ان کے زمانہ میں بنات کا ادارہ کامیابی سے چلتا رہا۔ موصوف رمضان المبارک کی دو تاریخ کو ۲۰۱۸ء میں انتقال فرماگئے، ان کی موجودگی میں مانسہرہ سے تعلق رکھنے والے فاضل عالم دین مولانا محمد طیب فاروقی حفظہ اللہ امام و خطیب بن کر آئے تو موصوف نے ان کی خدمت اس انداز سے کی کہ حضرت حافظ صاحبؒ نے انہیں خلافت سے سرفراز فرمایا، خود حضرت سیّد نفیس الحسینیؒ، مولانا سیّد محمد امین شاہ مخدوم پوریؒ سے مجاز تھے۔ بڑے عرصہ کے بعد ان کی مسجد میں ۱۹؍فروری جمعۃ المبارک کا خطبہ دیا، جس میں ۱۳؍مارچ کو ٹاؤن شپ لاہور میں منعقد ہونے والی ڈویژنل ختم نبوت کانفرنس کی بھرپور دعوت دی۔

جامع مسجد بلال کچا جیل روڈ میں جلسہ: جامع مسجد بلال کے خطیب مولانا محمد الطاف قمر نے اپنی مسجد میں ۱۹؍فروری بعد نماز مغرب جلسہ کا اہتمام کیا۔ تلاوت ونعت کے بعد لاہور مجلس کے مبلغ مولانا عبدالنعیم بعدازاں راقم نے مسئلہ ختم نبوت کی اہمیت پر خطاب کیا، جلسہ میں ۱۳؍مارچ کو ٹاؤن شپ میں ہونے والی ختم نبوت کانفرنس میں شرکت کی دعوت دی۔ سامعین نے کانفرنس کو کامیاب کرنے کے لئے بھرپور شرکت اور جدوجہد کا وعدہ کیا۔ جلسہ میں مولانا محمد عرفان، مولانا محمد یونس مدنی، جناب محمد بلال اور ٹاؤن شپ یونٹ کے امیر جناب محمد آصف نے خصوصی شرکت کی۔

جامعۃ المنظور الاسلامیہ: جامعہ کے مہتمم مولانا پیر سیف اللہ خالدؒ خلیفہ مجاز مولانا پیر غلام حبیب نقشبندیؒ چکوال تھے۔ یہ ادارہ بہت قدیم ہے، یکم شوال المکرم ۱۴۰۶ھ، مطابق ۱۹۸۶ء اس کی نشاۃ ثانیہ ہوئی۔ ان کی وفات کے بعد ان کے فرزند ارجمند مولانا اسداللہ فاروق سلمہ مہتمم بنائے گئے، اسی ادارہ کے استاذ الحدیث مولانا عزیزالرحمٰن مدظلہ وفاق المدارس العربیہ لاہور کے مسؤل ہیں۔ ہر سال انہیں دنوں میں راقم طلباء و اساتذہ کرام سے خطاب کے لئے حاضر ہوتا ہے تاکہ طلبا کو آل پاکستان ختم نبوت کورس چناب نگر میں شرکت کی دعوت دے۔ ۲۰؍فروری عصر کی نماز کے بعد بیان طے ہوا، لیکن ایک جنازہ کے آنے کی وجہ سے بیان نہ ہوسکا۔

عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوت سے تعاون
شفاعتِ نبی اکرم ﷺ کا ذریعہ
اللہ رسول محمد
پوری دُنیا میں قادیانیت کا تعاقب
قادیانیوں کو دعوتِ اسلام
سینکڑوں مبلغین کے ذریعہ قادیانی سرگرمیوں کا سدِباب
عدالتوں میں قادیانیت کے متعلق مقدمات کی پیروی
دفاترِ ختمِ نبوت، دارالتصنیف اور لائبریریوں کا قیام
قادیانیت سے تائب ہونے والے مسلمانوں کی نگہداشت
ہفت روزہ ختمِ نبوت کے ذریعہ قادیانیت کا قلمی پوسٹ مارٹم
اِن تمام صدقاتِ جاریہ میں شرکت کے لیے
زکوٰۃ، فطرہ، صدقات، عطیات
عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوت کو دیجئے
نوٹ مجلس کے مرکزی دفاتر میں رقوم جمع کرا کے مرکزی رسید حاصل کر سکتے ہیں۔
رقوم دیتے وقت مد کی صراحت ضروری ہے تاکہ شرعی طریقے سے مصرف میں لایا جاسکے۔
اپیل کنندگان
حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر صاحب
امیر مرکزیہ
مولانا صاحبزادہ خواجہ عزیز احمد صاحب
نائب امیر مرکزیہ
حضرت مولانا حافظ ناصر الدین خاکوانی مدظلہ
نائب امیر مرکزیہ
حضرت مولانا عزیز الرحمن جالندھری صاحب
مرکزی ناظمِ اعلیٰ
ترسیلِ زر کا پتہ
دفتر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوت
حضوری باغ روڈ ملتان
فون +92-61-4583486, +92-61-4783486
WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT, A/c # 0010010964680019
(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN # PK068ABPA0010010964680019
AALMI MAJLIS TAHAFFUZ KHATM-E-NUBUWWAT
Account # 0010010964710018
(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN # PK45ABPA0010010964710018
Allied Bank Binori Town Branch Code: 0159 Karachi.
رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت، ایم اے جناح روڈ کراچی فون +92-21-32780337 فیکس +92-21-32780340